دار العلوم کراچی کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ، اگست ۱۹۸۹ء
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

جلد ۲۳

ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ / اگست ۱۹۸۹ء

شمارہ ۱۲

LIBRARY 2-1-84

نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر :

محمد تقی عثمانی

ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

قیمت فی پرچہ چھ روپے

سالانہ ستّر روپے

سالانہ بدل اشتراک :

بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ / ۲۸۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، نائجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۲۳۰ روپے (بنگلہ دیش /۸۰ روپے) سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۲۰۰ روپے

پبلشر: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی

پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۸۰ ۵

فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا عزیز الرحمن سواتی
استاذ دارالعلوم کراچی

فکر و نظر

مغربی یلغار

حمد و ستائش اُس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

پچھلی دو تین صدیوں سے روئے زمین پر آباد مُسلمان جس اجتماعی پسماندگی میں مُبتلا ہیں ایسا لگتا ہے کہ اس میں کمی آنے کے بجائے اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، آخری دَور میں خلافت عثمانیہ مسلمانوں کی اُمیدوں کا مرکز تھی لیکن دُشمنانِ اسلام کی سازشوں نے شرق و غرب کے مسلمانوں میں قومی اور علاقائی عصبیتوں کو اُبھارا اور مسلمانوں کے باہمی ارتباط کا اجتماعی ڈھانچہ بکھر گیا۔ ایشیا اور افریقہ کے بیشتر مُسلم علاقے انگریز اور فرانس کے استعمار کا شکار ہو گئے اور طویل عرصے تک مُسلمانوں کے گلے میں غلامی کا طوق پڑ گیا، دُوسری طرف وسط ایشیا کے وہ مردم خیز خطے جہاں سے امام بخاریؒ اور مسلمؒ جیسی شخصیات اُبھری تھیں وہاں کمیونزم کی سُرخ آندھی اپنی تمام تر تباہ کاری کے ساتھ آئی اور ان علاقوں سے مسلمانوں کا بیج مار گیا، سخت جان لوگ ہجرت کر کے حجاز مقدس پہنچ گئے یا دیگر اسلامی خطوں میں بس گئے۔

پچھلے پچاس ساٹھ سال کے عرصہ میں ایک دفعہ پھر مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور انہوں نے کفرستان کے پنجے سے نکلنے کیلئے تگ و دو شروع کر دی۔ ہر علاقے کے مسلمانوں نے

جان ومال اور عزت وآبرو کی بھاری قربانی دیکر استعمار کی زنجیر توڑ ڈالی، تحریکِ پاکستان اور الجزائر کی آزادی کی تحریک ایسی تحریکیں ہیں جو اپنی پیہم جدّوجہد اور بیش بہا قربانیوں کی بدولت اب بھی مسلمانوں کے دلوں میں اپنی تپش رکھتی ہیں ـــــ مسلمانوں کو اجتماعی طور پر مفلوج کرنے کیلئے کفر کی طاقتیں ہمیشہ سے ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتی رہی ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کی تکنیک اور ڈپلومیسی دوسرے سے مختلف رہی ہے، جب تک یورپ کی طاقتوں کیلئے یہ آسان تھا کہ اسلامی خطوں پر قبضہ کیا جائے اُس وقت انہوں نے ان خطوں کو روندنے اور مسلمانوں کا خون بہانے سے دریغ نہیں کیا، وحشت و بربریت کے ایسے المناک مظاہرے ہوئے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ عام شاہراہوں پر مسلمانوں کو سُولی چڑھا دیا گیا اور سنگدلی کا ہر حربہ آزما لیا گیا۔ نیز مسلمانوں کو فکری اور اخلاقی طور پر بھی بگاڑنے کی کوشش جنگی پیمانے پر شروع کی گئی، مُسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے وہ ادارے جن سے وہ عصری علوم کے ساتھ ساتھ اپنے بچّوں کی دینی اور شرعی تربیت کا کام لیا کرتے تھے، ان کو بند کر دیا گیا یا جلا ڈالا گیا اور اداروں کی ایک ایسی نئی طرح ڈال دی گئی جن کا حاصل صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے اندر سے ایسی پود تیار کی جائے جو شکل وصورت سے تو یورپین نہ ہو لیکن قلب ودماغ اور تہذیب و تمدن سے انگریزی فکر، انگریزی اخلاق اور بدیسی معاشرت کی حامل ہو، آج اگرچہ زیادہ تر اسلامی خطوں سے انگریز کا جسمانی اقتدار ختم ہوچکا ہے لیکن جو لوگ برسرِ اقتدار ہیں وہ نہ صرف یہ کہ اسلامی اقدار وروایات سے یکسر نابلد ہیں بلکہ اپنے ہر معاملہ میں یورپ وامریکا کو اپنا قبلہ وکعبہ قرار دیتے ہیں ـــــ اِس برسرِ اقتدار طبقہ کی نظر میں ہر وہ فکر قابلِ فخر ہے جس کا سرچشمہ مغرب میں ہو اور ہر وہ روش واجب العمل ہے جس کی تبلیغ مغرب سے شروع ہوئی ہو۔ اس وقت عالمِ اسلام کے طول وعرض میں جو طبقہ بھی برسرِ اقتدار ہے اس میں ایسے افراد ناپید ہیں جو اپنے عقیدے، اپنی اقدار وروایات اور اپنے نظامِ حیات پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں اور جن میں اس نظامِ حیات کو نافذ کرنے کا جذبہ کارفرما ہو، اقتدار پر جمنا، دوسروں کی خوشہ چینی اور نقالی کرنا ان لوگوں کا شیوہ ہے، استعمار کی طویل مدت میں مسلم عوام کا ذہنی تشخص بُری طرح مجروح ہوچکا ہے، اور دین سے دُوری اور لاعلمی کی اَن گنت خرابیاں جنم لے چکی ہیں، حرص وہوس، مادہ پرستی، دین سے بےخبری، اعمال واخلاق کی اصلاح سے بےاعتنائی کے جراثیم وبائی شکل میں معاشرے میں موجود ہیں، دین سے بےرغبتی کی بنا پر علم اور تفقہ کا معیار ختم ہوگیا ہے کوئی بھی آدمی اپنے ظاہری بہروپ سے عالم ہونے کا نام حاصل کرلیتا ہے اور اپنے جہل سے لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے، علماء کی باہمی مخاصمت

بھی عوام کو دین سے برگشتہ کرنے کا بڑا سبب بنی ہوئی ہے۔

پچھلے ایک صدی کے دوران کارل مارکس کے فلسفے نے دُنیا میں ہلچل مچادی تھی، سوویت یونین اور عوامی جمہوریہ چین کے سُرخ انقلابات جو کرۂ ارض کے غریب عوام کے نام پر برپا کئے گئے تھے' ایک عرصہ تک غریبوں ہی کا خون کر کے اب دم توڑ رہے ہیں۔ سوشلسٹ انقلاب نے مشرق و غرب کے مسلمانوں کو اُجاڑنے' گمراہ کرنے' منتشر کرنے اور موت کے گھاٹ اُتارنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سرخ آندھی کی تباہکاری سب سے زیادہ مُسلمانوں کے حصّے میں آئی۔

لیکن دوسری طرف مغرب کے سرمایہ دار ممالک بھی مُسلمانوں کو زک پہنچانے' انہیں معاشی طور پر مفلوج کرنے اور اپنے عقیدے وعمل سے برگشتہ کرنے میں سوویت یونین سے بھی زیادہ سرگرم رہے ہے۔ اِس وقت ایشیا اور افریقہ میں پچاس کے قریب مُسلم حکومتیں قائم ہیں' دُنیا کی بڑی بڑی سمندری گزرگاہیں ان کے زیرنگیں ہیں' تیل کی دولت سے بھی وہ مالامال ہیں' افرادی طاقت مُسلمانوں کی ایک سو کروڑ سے متجاوز ہے' اور ان پچاس ملکوں کی مسلح افواج اور دیگر مادی وسائل کسی بھی سُپر طاقت سے زیادہ ہیں۔ لیکن اِس سب کچھ کے باوجود ان کا کوئی وزن نہیں ہے' ہر مسلمان حکومت کسی دوسری طاقت کا تابع مہمل بنی ہوئی ہے اور وہاں کا برسر اقتدار طبقہ امریکا یا رُوس سے اپنی وابستگی میں اپنا تحفظ سمجھتا ہے' امریکا ہر اسلامی ملک کی شہ رگ پر براجمان ہے اور کسی بھی ملک کا مسلم حکمران اگر دینی بیداری کا اظہار کرتا ہے تو اُسے بیڈ دی کے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے' ذرائع ابلاغ پر امریکن ذھن کا تسلط ہے' دین کا پرچار کرنا' اپنے تہذیب و تمدن پر جمنا اور اپنی اقدار و روایات کو سینے سے لگانا "بنیاد پرستی" ہے' جسے امریکا ایک پل برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہے ــــ ایک طرف امریکا دُنیا میں آزادیٔ اظہار اور جمہور کی حکمرانی کا پرچار کرتا ہے لیکن دوسری طرف وہ اسلامی خطوں میں مسلم عوام کی دینی بیداری کو ہر قیمت پر کچل ڈالنا چاہتا ہے۔ امریکا "بنیاد پرستی" (FUNDAMENTALISM) کی بیخ کنی کیلئے روس سے بھی عملی اور فکری اشتراک رکھتا ہے اور اس معاملہ میں دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

پچھلے ۱۰ سال میں افغانستان پر روس کی فوجی یلغار کو تو امریکا نے گوارا نہیں کیا اور جب افغانستان کے مسلمان اِس طوفان کے خلاف کمربستہ ہو گئے تو امریکا نے رُوس کو زک پہنچانے کے اِس سنہرے موقع سے بڑا فائدہ اُٹھایا' لیکن جب یہ مقدس جہاد اپنے منطقی نتیجہ تک پہنچنے کے قریب ہوا تو امریکا نے پینترا بدل لیا اور جہاد افغانستان میں سرگرم عناصر کو

راستہ سے ہٹا دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر جانب سے ایسی رُکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں کہ کسی طرح افغانستان میں اسلامی انقلاب برپا نہ ہونے پائے، پندرھویں صدی کے اس دَور میں جہاں ہر طرف تنزل ہے اور مسلمانوں کے حوصلے پست ہیں اللہ تعالیٰ نے افغان مجاہدین کے ذریعہ مسلم دنیا کو بھولا ہوا سبق یاد دِلایا، یہ قوم بے سروسامانی کے عالم میں رُوسی یلغار کے مقابلہ پر کھڑی ہو گئی اور نو۹ سال کی عظیم الشان جانی و مالی قربانیوں کی بدولت سپر طاقت کا رُخ پھیر دینے میں کامیاب ہو گئی، اس قوم کی ترک تازی نے اللہ تعالیٰ اِس وعدے کو ایک بار پھر سچّا کر دکھا دیا کہ الذین جاهدوا فینا، لنهدینهم سبلنا، یہ بے سروسامان مجاہدین نصرتِ خداوندی کے وعدے پر، جہاد کے جذبے سے سرشار ہو کر میدان میں اُترے اور روسی طاغوت کا سر نیچا کرنے میں کامیاب ہو گئے، ورنہ ماضی میں یہ روس کی روایت رہی ہے کہ جب بھی اس نے کسی ملک پر فوج کشی کی وہاں دو چار دن میں مزاحمت کا دَم ٹوٹ گیا اور روسی تسلط قائم ہو گیا، افغان مجاہدین نے سپر طاقت کو تاریخ کا یادگار سبق سکھا دیا ہے اور اس جہاد میں ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات سامنے آئے ہیں جو معجزات سے کم نہیں ہیں ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

لیکن خدا غارت کرے اِن دشمنانِ اسلام کو جن کی ریشہ دوانیوں سے دوسری طرح کے خطرات منڈلانے لگے ہیں۔

جہادِ افغانستان اگر اپنے منطقی نتیجہ تک پہنچتا تو دُنیا کے نقشے پر ایک نئی سپر طاقت نمودار ہو جاتی، پاکستان سے لیکر ترکی تک مضبوط اسلامی بلاک وجود میں آجاتا اور عالم اسلام کو دس لاکھ جذبۂ جہاد سے سرشار لڑاکا فوج مِل جاتی۔ رفتہ رفتہ عالمِ اسلام سے اسرائیل اور اس جیسے بہت سے ناسُور ختم ہو جاتے، لیکن امریکا کی ڈپلومیسی مسلمانوں کی بالادستی نہیں دیکھ سکتی، جب بھی عالمِ اسلام میں اجتماعی طور پر نافع اور خوشگوار صورتِ حال پیدا ہوئی ہے امریکا نے اُسے سبوتاژ کر دیا ہے، شاہ فیصل مرحوم کی شہادت اور پاکستان و افغانستان کی موجودہ صورتِ حال امریکی دہشت گردی کی زندہ مثالیں ہیں۔

آج ہمارے ملک کی صُورتِ حال بھی ایسی ہے کہ معیشت امریکی ایڈ کی مرہونِ منّت ہے، دفاع میں بھی ہم اُس کی نظرِ عنایت کے محتاج ہیں سیاست بھی ہماری وہی چلتی ہے جو امریکا کی خواہش کے تابع ہو، تہذیب اور تمدّن بھی ہمارا مغربی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چند رسمی مظاہر کے سوا

ہمارے سرکاری ذرائع ابلاغ عریانی اور فحاشی کے مغربی اڈے بنتے جا رہے ہیں اور اس فحاشی و عریانی کو روشن خیالی قرار دیا جا رہا ہے غرض یہ کہ اِس وقت ایسا لگتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا بطور اسلامی ملک کے امریکا کے ہاتھ میں سقوط ہو گیا ہے اور اب ہماری تہذیبی و اجتماعی زندگی اور ملکی سلامتی کی شہ رگ امریکا کی اُنگلیوں میں ہے۔

اِس امریکی تسلّط کی زنجیر کب ٹوٹے گی؟

ہم بطور مسلم قوم کے وطن اسلامی کا تشخص کب بحال کر سکیں گے؟

ہماری دینی اقدار اور تہذیبی روایات کیا دوبارہ زندہ ہو سکیں گی؟

اور کیا عالم اسلام کو ایسا مدبر قائد نصیب ہو جائے گا جو اس کے رستے ہوئے ناسوروں کا خاتمہ کر سکے اور اسلامی خطوں کو اغیار کے خونی پنجوں سے بچانے میں کامیاب ہو جائے؟

ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری بے حسی کا یہ دَور مزید طول کھینچے اور ہم اپنا قومی و مِلّی تشخص امریکی خواہشات کی بھینٹ چڑھا کر اس کی فکری اور سیاسی یلغار کے ریلے میں بہا ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خود شناسی کا شعور عطا فرمائے اور اپنوں اور غیروں کے فریب سے بچائے۔ آمین

۲۸/۱۱/۱۴۰۹ھ

نئی کارمینا

نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُرتاثیر

انسان کی تن درستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظامِ ہضم درست نہ ہو تو دردِ شکم، بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرانی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جزوِ بدن نہیں بنتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدرد کی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نباتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدرد کی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیق و تجربات کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے۔ نئی کارمینا

کو پودینے کے جوہر اور دیگر مفید و مؤثر اجزا کے اضافے سے زیادہ قوی، پُرتاثیر اور خوش ذائقہ بنا دیا گیا ہے۔

نئی کارمینا نظامِ ہضم کو بیدار کرنے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظم و دُرست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

بچوں بڑوں سب کے لیے مفید

نئی کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

تحقیق رُوحِ تخلیق ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح

اس میں تفرق حرام ہے

معارف القرآن : سورۂ شوریٰ : آیت ۱۳ تا ۱۵

خلاصۂ تفسیر

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اُس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ (علیہم السلام) کو (مع اُن سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (مراد اس دین سے اصول دین ہیں جو مشترک ہیں تمام شرائع میں مثل توحید و رسالت و بعث و نحوہ اور قائم رکھنا یہ کہ اس کو تبدیل مت کرنا اور اس کو ترک مت کرنا اور تفریق یہ کہ کسی بات پر ایمان لادیں اور کسی پر ایمان نہ لادیں یا کوئی ایمان لادیں اور کوئی نہ لاوے حاصل یہ کہ توحید وغیرہ دین قدیم ہے کہ اول سے اس وقت تک تمام شرائع اس میں متفق رہی ہیں اور اسی کے ضمن میں نبوت کی بھی تائید ہو گئی۔ پس چاہیئے تھا کہ اس کے قبول کرنے میں لوگوں کو ذرا پس و پیش نہ ہوتا مگر پھر بھی) مشرکین کو وہ بات (یعنی توحید) بڑی گراں گزرتی ہے۔ جس کی طرف آپ اُن کو بلا رہے ہیں (اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہ) اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے (یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے) اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے (مشیت کے بعد اجتباء ہوتا ہے اور اجتباء یعنی توفیقِ ایمان کے بعد اگر انابت و اطاعت ہو تو اُس پر

قرب الٰہی وثواب غیر متناہی مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مشرکین متصف بالا باہیں اور مؤمنین متصف
بالاجتبا و والاہتدا ہیں) اور (ہمارا جو امم سابقہ کو حکم تھا اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡهِ
تو بہت لوگ اس پر قائم نہ رہے اور متفرق ہو گئے اس کا سبب کوئی التباس واشتباہ نہ تھا کہ احتمال معذوری
کا ہو بلکہ) وہ لوگ بعد اس کے کہ اُن کے پاس (یعنی اُن کے اسماع واذہان تک) علم (صحیح) پہنچ چکا تھا
محض آپس کی ضدا ضدی سے باہم متفرق ہو گئے (اس طرح کہ اول طلب مال و دولت
و طلب جاہ و ریاست سے اغراض مختلف ہوئیں پھر فرقے بن گئے، ایسے وقت میں دین کو بھی آڑ ودستر
کی تنقیص وتعییب کی بنا یا کرتے ہیں، شدہ شدہ مسلک و مذہب مختلف ہو جاتا ہے پھر فروع سے
اصول میں جا پہنچتے ہیں) اور (یہ لوگ اس جرم عظیم میں کہ حق کو سمجھ کر مختلف ہوئے ایسے عذاب شدید
کے مستحق ہو گئے تھے کہ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے مہلت دینے
کی) ایک بات پہلے قرار نہ پا چکتی (کہ ان کا عذاب موعود آخرت میں ہوگا) تو (دنیا ہی میں اُن کے
اختلافات) کا فیصلہ ہو چکا ہوتا (یعنی عذاب سے استیصال کر دیا جاتا اور گو امم سابقہ پر عذاب آیا لیکن غیر
مؤمنین پر آیا۔ مؤمنین میں سے جنہوں نے تفرق کیا یہ برکت التزام ایمان کے ان پر نہیں آیا۔ اگر کسی پر ثابت
ہو جاوے تو سب پر نہیں آیا۔ اس تقریر پر یہ معنی ہوں گے کہ جن بعض پر نہیں آیا۔ اس کی وجہ عدم مقتضی
کا نہیں بلکہ اس کی وجہ مانع یعنی امہال الیٰ اجلٍ مسمّٰی کا وجود ہے یہ تو قصہ امم سابقہ کا ہوا) اور جن لوگوں
کو اُن (امم سابقہ) کے بعد کتاب دی گئی ہے (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں کہ آپ کے
ذریعے سے اُن کو قرآن پہنچا) وہ (لوگ) اس (کتاب) کی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں
جس نے (اُن کو) تردد میں ڈال رکھا ہے (مطلب یہ کہ امم سابقہ میں سے بعض نے جیسے انکار کیا
تھا اسی طرح اب ان کی نوبت آئی) سو آپ (کسی کے انکار سے دل شکستہ نہ ہوجیے بلکہ جس طرف
آپ ان کو پہلے سے بلا رہے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا
تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ یعنی توحید) اُسی طرف (اُن کو برابر) بلاتے جایئے اور جس طرح آپ کو
حکم ہوا ہے (کہ فلذلک فادع) اُس پر مستقیم رہیے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے (یعنی وہ مخالفت
کر کے یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو کہنا چھوڑ دیں تو آپ چھوڑ یئے نہیں) اور آپ کہہ دیجئے کہ (میں جس بات کی
طرف تم کو بلاتا ہوں میں خود بھی اُس پر عامل ہوں چنانچہ) اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں (جن میں
قرآن بھی داخل ہے) میں سب پر ایمان لاتا ہوں (جن کے مضامین متفق علیہا میں سے توحید بھی ہے)
اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل (وانصاف) رکھوں (یعنی جس چیز
کو تم پر واجب لازم کہوں اپنے اوپر بھی اس کو لازم رکھوں، یہ نہیں کہ تم کو کلفت میں ڈالوں اور خود
آزاد رہوں، ایسے مضامین ومعاملہ سے سلیم الطبع کو رغبت اتباع کی ہوتی ہے اور اس پر بھی اگر تم نہ

ہوں تو آخری بات یہ ہے کہ) اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے (یعنی وہ سب کا حاکم ہے اور) ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے، ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ (جو سب کا مالک ہے قیامت میں) ہم سب کو جمع کرے گا (اس میں شک نہیں کہ) اسی کے پاس جانا ہے (وہ سب کا فیصلہ اعمال کے موافق کردے گا اس وقت تم سے بحث فضول ہے ہاں تبلیغ کئے جاویں گے)

معارف و مسائل

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا الآیۃ۔ سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور جسمانی نعمتوں کا ذکر تھا۔ یہاں سے باطنی اور روحانی نعمتوں کا بیان ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسا مضبوط اور مستحکم دین عطا فرمایا جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک اور متفق علیہ ہے۔ آیت میں انبیاء علیہم السلام میں سے پانچ کا ذکر فرمایا۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام اور آخر میں ہمارے رسول خاتم الانبیاء اور درمیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لئے کہ وہ ابوالانبیاء ہیں اور عرب کے لوگ باوجود اپنے کفر و شرک کے ان کی نبوت کے قائل تھے اور ان کے بعد حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ نزول قرآن کے وقت انہیں دو پیغمبروں کے ماننے والے یہود و نصاریٰ موجود تھے سورہ احزاب میں بھی میثاق انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں انہیں پانچ کا ذکر آیا ہے۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ فرق یہ ہے کہ سورہ احزاب میں خاتم الانبیاء کا ذکر پہلے اور نوح علیہ السلام کا بعد میں ہے اور سورہ شوریٰ میں نوح علیہ السلام کا ذکر پہلے آپ کا بعد میں ہے۔ اس میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ زمانِ ولادت و بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر میں ہیں مگر ازلی تقسیم نبوت و رسالت میں سب سے مقدم ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ میں سب انبیاء میں باعتبار تخلیق (ازلی) کے پہلے ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر میں ہوں۔ (ابن ماجہ دارمی عن بہز بن حکیم وقال ہذا حدیث حسن کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۸۴)

رہا یہ سوال کہ سب سے پہلے پیغمبر تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ذکر انبیاء کو ان سے کیوں شروع نہ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے پیغمبر ہیں۔ جو دنیا میں تشریف لائے اصول عقائد اور مہمات دین میں اگرچہ وہ بھی مشترک تھے مگر ان کے زمانہ میں شرک و کفر انسانوں میں نہیں تھا۔ کفر و شرک کا مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا ہے۔ اس لحاظ سے نوح علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں جن کو اس طرح کے معاملات پیش آئے، جو بعد کے انبیاء کو پیش آنے والے تھے اس لئے سلسلہ کو نوح علیہ السلام سے شروع کیا گیا۔ واللہ اعلم

أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ۔ یہ جملہ پہلے ہی جملہ کی تشریح ہے کہ وہ

دین جس میں سب انبیاؑ علیہم السلام مشترک اور متحد ہیں، اُس دین کو قائم رکھو اُس میں اختلاف و تفرق جائز نہیں بلکہ موجب ہلاکت ہے۔

اقامت دین فرض اور اس میں تفرق حرام ہے اس آیت میں دو حکم مذکور ہیں، ایک اقامتِ دین۔ دوسرے اس کا منفی پہلو یعنی اس میں تفرق کی ممانعت۔ جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ میں حرف اَن تفسیر کے لئے ہے تو دین کے معنی متعین ہو گئے کہ مراد وہی دین ہے جو سب انبیاؑ علیہم السلام میں مشترک چلا آرہا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دین مشترک بین الانبیاء اصول عقائد یعنی توحید۔ رسالت، آخرت پر ایمان اور اصول عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی ہے۔ نیز چوری، ڈاکہ، زنا، جھوٹ فریب۔ دوسروں کو بلا وجہ شرعی ایذاء دینے وغیرہ اور عہد شکنی کی حرمت ہے جو سب ادیان سماویہ میں مشترک اور متفق علیہ چلے آئے ہیں اور یہ بھی نص قرآن سے ثابت ہے کہ فروع احکام میں انبیاؑ کی شریعتوں میں جزوی اختلاف بھی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا۔ اس مجموعے سے ثابت ہوا کہ آیت کے اس جملہ میں جس دین کی اقامت کا حکم اور اس میں تفرق کی ممانعت مذکور ہے وہ وہی احکام الٰہیہ ہیں جو سب انبیاؑ علیہم السلام کی شرائع میں مشترک اور متفق علیہ چلے آئے ہیں۔ انہیں میں تفرق و اختلاف حرام اور موجب ہلاکت اُمم ہے۔

حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک سیدھا خط کھینچا، پھر اس خط کے داہنے، بائیں دوسرے چھوٹے خط کھینچے اور فرمایا کہ یہ داہنے بائیں کے خطوط وہ طریقے ہیں جو شیاطین نے ایجاد کئے ہیں اور اس کے ہر راستہ پر ایک شیطان مسلط ہے جو لوگوں کو اس طرف چلنے کی تلقین کرتا ہے اور پھر سیدھے خط کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی کا اتباع کرو۔ (رواہ احمد والنسائی والدارمی۔ مظہری)

اس تمثیل میں صراط مستقیم سے وہی دین قیم کا راستہ ہے جو سب انبیاؑ علیہم السلام میں مشترک چلا آیا ہے اس کے اندر شاخیں نکالنا یا تفرق حرام اور شیاطین کا عمل ہے اور انہیں اجماعی اور متفق علیہ احکام میں تفرقہ ڈالنے کی شدید ممانعت احادیث صحیحہ میں آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ رواہ احمد وابوداؤد یعنی جس شخص نے جماعت مسلمین سے ایک بالشت بھی جدائی اختیار کی اس نے اسلام کا حلقہ عقیدت اپنے گلے سے نکال دیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (ترمذی) یعنی اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسانوں کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے گلے کے پیچھے بھیڑیا لگتا ہے تو وہ اسی بکری کو پکڑتا ہے جو اپنی ڈار اور گلے سے پیچھے یا ادھر اُدھر رہ جائے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ جماعت کے ساتھ رہو علیحدہ نہ ہو۔ (رواہ احمد)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

دل کے کانوں سے سن فغاں میری ۔۔۔ درسِ عبرت ہے داستاں میری

یعنی

اُندلس کے ایک مشہور عالم اور بزرگ کا نہایت عبرت انگیز واقعہ
جس کا
حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے عربی سے
دلچسپ اُردو میں ترجمہ کیا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: لیل ونہار کا انقلاب دنیا کا عروج وزوال، قوموں کی ترقی وتنزل، سلف وخلف کے واقعات ایک چشمِ بصیرت کے لئے ہزاروں عبرتیں دامن میں رکھتے ہیں، اور با آوازِ بلند کہہ رہے ہیں کہ ؎

جگہ جی لگانے کی یہ دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الغرض تمام تاریخ عالم نہیں عبرتوں کا آئینہ ہے، جس کا ایک ورق ناظرین کرام کے سامنے کھولا جاتا ہے، کیا خوب فرمایا ہے میرے آقا حضرت شیخ الہندؒ نے ؎

انقلاباتِ جہاں واعظ رب ہیں دیکھو ۔۔۔ ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

ذیل کا عبرت آموز واقعہ علامہ دمیری کی حیوۃ الحیوان مطبوعہ مصر سے نقل کیا جاتا ہے۔ ؎

غافل مرو کہ مرکبِ مردانِ مرد را ۔۔۔ در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش ۔۔۔ ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

سن ہجری کی دوسری صدی ختم پر ہے، آفتاب نبوت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدت نہیں گذری، لوگوں میں امانت ودیانت اور تدین وتقویٰ کا عنصر غالب ہے، اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھ پر اس کو فروغ ہونیوالا ہے کچھ برسرکار ہیں اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں، ائمہ دین کا زمانہ ہے، ہر ایک شہر علمائے دین وصلحاء متقین سے آباد نظر آتا ہے،

خصوصاً مدینۃ الاسلام (بغداد) جو اس وقت مسلمانوں کا دارالسلطنت ہے، اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا ہے، ایک طرف اگر اس کی دلفریب عمارتیں اور ان میں گذرنیوالی نہریں دل لبھانیوالی ہیں، تو دوسری طرف علماء اور صلحاء کی مجلسیں درس و تدریس کے حلقے ذکر و تلاوت کی دلکش آوازیں خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی دلجمعی کا ایک کافی سامان ہے، فقہاء و محدثین اور عباد و زہاد کا ایک عجیب و غریب مجمع ہے، اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ ابو عبداللہ اندلسی کے نام سے مشہور ہیں، جو اکثر اہلِ عراق کے پیر و مرشد اور استاذ محدث ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی ہے جن کا ایک عبرت ناک واقعہ ہمیں اس وقت ہدیۂ ناظرین کرنا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زاہد و عابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث و تفسیر میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں، اور قرآن شریف تمام روایاتِ قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا، تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بھی بہت آدمی آپ کے ساتھ ہو لئے، جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہما بھی ہیں، حضرت شبلی قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت امن و امان اور آرام و اطمینان کے ساتھ منزل بمنزل مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا، کہ ہمارا گذر عیسائیوں کی ایک بستی پر ہوا نماز کا وقت ہو چکا تھا لیکن پانی موجود نہ ہونیکی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکتے تھے، بستی میں پہنچکر پانی کی تلاش ہوئی، ہم نے بستی کا چکر لگایا، اس دوران میں ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے، جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے رہبانیوں اور پادریوں کا مجمع تھا، جن میں سے ہر شخص ؏ ہر کس بخیال خویش خبطے دارد، کا نمونہ بنا ہوا تھا، کوئی آفتاب کو پوجتا اور کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا، اور کوئی صلیب کو اپنا قبلۂ حاجات بنائے ہوئے تھا، ہم یہ دیکھکر متعجب ہوئے اور اُن لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے، آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارے پر ہم ایک کنویں پر پہنچے، جس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی پلا رہی تھیں، اتفاق سے شیخ مرشد ابو عبداللہ اندلسی کی نظر ان میں سے ایک لڑکی پر پڑی، جو اپنی خداداد حسن و جمال میں سب ہمجولیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ زیور اور لباس سے آراستہ تھی، شیخ کی اس سے چار آنکھیں ہوتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی، چہرہ بدلنے لگا، اسی انتشارِ طبع کی حالت میں شیخ اسکی ہمجولیوں سے مخاطب[1] ہو کر کہنے لگے، یہ کس کی لڑکی ہے؟

لڑکیاں: یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے۔

شیخ: پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے، کہ کنویں سے خود ہی پانی بھرتی ہے، کیا وہ اس کے لئے کوئی ماما نوکر نہیں رکھ سکتا جو اس کی خدمت کرے۔

کیوں نہیں، مگر اس کا باپ ایک نہایت عقیل اور فہیم آدمی ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال و متاع حشم و خدم پر مغرور ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق خراب نہ کر بیٹھے، اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی قصور نہ کرے۔

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے، اور تین دن کامل اس پر گذر گئے، کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے کلام کرتے ہیں، البتہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں، مریدین اور تلامذہ کی کثیر التعداد جماعت ان کے ساتھ ہے، لیکن سخت ضیق میں ہیں کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ حالت دیکھ کر پیش قدمی کی اور عرض کیا کہ اے شیخ! آپ کے مریدین آپ کے اس مستمر سکوت سے متعجب اور پریشان ہیں، کچھ تو فرمائیے کیا حال ہے؟

شیخ: (قوم کی طرف متوجہ ہو کر) میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں، پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اسکی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے، اب کسی طرح ممکن نہیں کہ میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں ؎

در رسد کار بجاں از سر جاں برخیزم ❊ برنخیزم ز سر کوئی تو تا جاں دارم

حضرت شبلی: اے ہمارے سردار! آپ اہلِ عراق کے پیر و مرشد، علم و فضل اور زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے، بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور اُن سب کو رُسوا نہ کیجیے۔

شیخ: میرے عزیزو! میرا اور تمہارا نصیب، تقدیر خداوندی ہو چکی ہے، مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا اور ہدایات کی علامات اُٹھالی گئیں، یہ کہہ کر رونا شروع کیا، اور کہا" اے میری قوم! قضاء و قدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا، شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے، یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے اُمنڈ آنیوالے سیلاب سے تر ہو گئی، اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے، لوگ ہمارے آنیکی خبر سن کر شیخ کی زیارت کے لیے شہر سے باہر آئے اور شیخ کو ہماری ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا ہم نے سارا واقعہ بیان کیا واقعہ سُن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا، شیخ کے مریدوں میں سے کثیر التعداد جماعت تو اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالمِ آخرت کو سدھار گئی، اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کر رہے ہیں کہ مقلب القلوب! شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں، اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے، ایک سال کے بعد جب ہم مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں، کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا اور اس گاؤں میں پہونچکر وہاں کے لوگوں سے شیخ

(حاشیہ صفحۂ گذشتہ) سردار کا لڑکی کو باہر نکالنا اور کنویں پر بھیجنا اگرچہ بے شبہ مذموم دنار وا تھا مگر ساتھ ہی اس کا لڑکی کے اخلاق اور خاوندگی اطاعت کا خیال ضرور قابلِ داد ہے، ہمیں چاہیئے کہ اس سے عبرت حاصل کریں اور میکہ کی بود و باش میں لڑکیوں کے اخلاق خراب نہ ہونے دیں انکو سُسرال کے آداب اور خاوندگی اطاعت کا سبق دیں ۱۲ منہ۔

کا حال دریافت کیا۔

گاؤں والے: وہ جنگل میں خنزیر (سُور) چرا رہا ہے۔

ھم: خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟

گاؤں والے: اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی، اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا اور وہ جنگل میں سُور چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔

ہم یہ سُنکر ششدر رہ گئے اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے، آنکھوں سے بیساختہ آنسوؤں کا طوفان اُمنڈنے لگا، بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے، جہاں وہ سُور چرا رہے تھے، دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار باندھی ہوئی ہے، اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جن سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے۔ جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکالیا، ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔

شیخ: (کسی قدر دبی زبان سے) وعلیکم السلام۔

شبلیؒ: اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے۔

شیخ: میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولا نے جس طرح چاہا مجھ میں تصرف کیا اور اس قدر تقرب کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا تھا، اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر سے ڈرو، اپنے علم وفضل پر مغرور نہو، اس کے بعد آسمان کیطرف نظر اُٹھا کر کہا اے میرے مولا! میرا گمان تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکالدیگا یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کر دیا اور آواز دی کہ اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر (حدیث میں ہے السعید من وعظ بغیرہ) یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

شبلیؒ: (رونے کی وجہ سے لکنت کرتی ہوئی آواز سے نہایت دردناک لہجہ میں) اے ہمارے پروردگار ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے، ہم سے یہ مصیبت دفع کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفع کرنیوالا نہیں۔

خنزیر ان کا رونا اور انکی دردناک آواز سُنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے، اور زمین پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنا اور چلّانا شروع کیا، اور اس زور سے چیخے کہ انکی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج اُٹھے، یہ میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا، ادھر شیخ حسرت کے عالم میں زار زار رو رہے تھے۔

حضرت شبلیؒ: شیخ! آپ حافظ قرآن تھے، اور قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے، اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے؟

شیخ: اے عزیز! مجھے تمام قرآن میں دو آیتوں کے سوا کچھ یاد نہیں رہا۔

حضرت شبلیؒ: وہ دو آیتیں کونسی ہیں؟

شیخ: ایک تو یہ ہے ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشاء (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اسکو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور دوسری یہ ہے ومن یبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل (جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہوگیا)۔

شبلیؒ: اے شیخ! آپکو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟

شیخ: صرف ایک حدیث یاد ہے، یعنی من بدل دینہ فاقتلوہ (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسکو قتل کر ڈالو)۔

شبلیؒ: ہم یہ حال دیکھ کر بصد حسرت و یاس شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کا قصد کیا ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کرکے نکل رہے ہیں، اور بآواز بلند شہادتین اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ پڑھتے جاتے تھے، اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مُصیبت اور حسرت و یاس کا اندازہ ہو۔

شیخ: (قریب پہنچکر) "مجھے ایک کپڑا دو" اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی، ہم منتظر ہیں کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سُنیں، تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہوکر بیٹھ گئے۔

ھم: اس خدائے قدیر وعلیم کا ہزار ہزار شکر جس نے آپکو ہم سے ملایا، اور ہماری عبرت کا شیرازہ بکھر جانیکے بعد پھر درست فرمادیا، مگر ذرا بیان تو فرمائیے کہ اس انکار شدید کے بعد پھر آپ کا آنا کیسے ہوا؟

شیخ: میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے میں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ خداوندا مجھے اس جنجال سے نجات دے میں تیرا خطا کار بندہ ہوں، اس سمیع الدعاء نے باایں ہمہ میری آواز سُن لی اور میرے سارے گناہ محو کردیئے۔

ھم: شیخ! کیا آپ کے اس ابتلاء (آزمائش) کا کوئی سبب تھا؟

شیخ: ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بتخانوں اور گرجاگھروں پر ہمارا گذر ہوا تو آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ میرے دل میں تکبّر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں، اور یہ کمبخت کیسے احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دیگئی کہ یہ ایمان و توحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں بلکہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے، اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلادیں۔" اور مجھے اسیوقت یہ احساس ہوا کہ گویا کوئی جانور میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے جو درحقیقت ایمان تھا۔

حضرت شبلیؒ : اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا، سب مریدین شیخ کی زیارت اور انکے دوبارہ قبولِ اسلام سے خوشیاں منارہے ہیں خانقاہیں اور حجرے کھولدیئے گئے، بادشاہِ وقت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ ھدایا پیش کئے۔

شیخ پھر اپنی قدیم شغل میں مشغول ہو گئے، اور پھر وہی حدیث و تفسیر وعظ و تذکیر تعلیم و تربیت کا دور شروع ہوگیا، خداوند عالم نے شیخ کا بھولا ہوا علم پھر انکو عطا فرمادیا، بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم و فن میں ترقی ہے تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار، اور اسی حالت میں ایک مدت گذرگئی، ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔

مَیں : آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کیا مقصود ہے؟

آنیوالا : اپنے شیخ سے کہدو کہ وہ لڑکی جسکو آپ فلاں گاؤں میں (اس گاؤں کا نام لیکر جسمیں شیخ مبتلا ہوئے تھے) آپکی خدمت کے لئے حاضر ہے، سچ ہے کہ جب کوئی خدا تعالیٰ کا ہو رہتا ہے تو سارا جہان اس کا ہو جاتا ہے۔

چوں از و گشتی ھمہ چیز از گذشت ⁂ چوں از و گشتی ھمہ چیز از تو گذشت

میں شیخ کے پاس گیا واقعہ بیان کیا، شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے اور خوف سے کانپنے لگے، اس کے بعد اسکو اندر آنیکی اجازت دی۔

لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زار زار رو رہی ہے، شدت گریہ دم لینے کی اجازت نہیں دیتی کہ کچھ کلام کرے۔

شیخ : (لڑکی سے خطاب کرکے) تمہارا یہاں آنا کیسے ہوا؟ اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا؟

لڑکی : اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی، تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی، اسکو کچھ میرا ہی دل جانتا ہے، نہ بھوک رہی نہ پیاس، نیند تو کہاں آتی، میں رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی، اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی، اس غنودگی میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تو مؤمنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر، اور اپنے دین سے توبہ کرکے شیخ کے دین میں داخل ہوجا۔

مَیں : (اسی خواب کے عالم میں اس شخص کو خطاب کرکے) شیخ کا دین کیا ہے؟

شخص : اس کا دین اسلام ہے۔

مَیں : اسلام کیا چیز ہے؟

شخص: اس بات کا دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول و پیغمبر ہیں۔

مَیں: تو اچھا میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟

شخص: ذرا آنکھیں بند کر لو، اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدو۔

مَیں: بہت اچھا، یہ کہا اور کھڑی ہو گئی، اور ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیا۔

شخص: (میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر) لو بس آنکھیں کھول دو، میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پایا، اب میں متحیر ہوں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔

اس شخص نے آپکے حجرے کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے، وہاں چلی جاؤ، اور شیخ سے کہدو کہ آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) آپکو سلام کہتا ہے"، میں اس شخص کے اشارہ کے موافق یہاں پہونچ گئی، اور اب آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں، مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو مسلمان کر کے اپنی پڑوس کے ایک حجرے میں ٹھہرا دیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔

لڑکی عبادت میں مشغول ہو گئی، اور زہد و عبادت میں اپنے اکثر اقران سے سبقت لے گئی دن بھر روزہ رکھتی ہے، اور رات بھر اپنے مالک بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھی محنت سے بدن ڈھل گیا ہے اور حجرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا، آخر اسی میں مریض ہو گئی، اور مرض اتنا ممتد ہوا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، اور اب مسافر آخرت کے دل میں اس کے سوا کوئی حسرت باقی نہیں کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلے، کیوں کہ جس وقت سے یہ اس حجرے میں مقیم ہے، نہ شیخ نے اسکو دیکھا ہے اور نہ یہی شیخ کی زیارت کر سکی جس سے آپ چند گھڑی کے مہمان کی حسرت و یاس کا اندازہ کر سکتے ہیں جو اس وقت ؎

تا زیر لب آرند و چشیدن نگذارند

کا مصداق بنا ہوا ہے، آخر شیخ کو کہلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس ہو جائیں ؎

بارہ اگر سر رسیدن ہمار رفست
گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید

شیخ یہ سُن کر فوراً تشریف لائے، جاں بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے مگر آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے مگر ضعف سے بولنے کی اجازت نہیں لیکن اس کی زبان بے زبانی یہ کہہ رہی ہے ؎

دم آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر ؎ سدا پھر دیدہ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر لڑکھڑائی زبان اور میٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا،

شیخ: (شفقت آمیز آواز سے) تم گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونیوالی ہے۔

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہوکر خاموش ہوگئی اور اب یہ خاموشی ممتد ہوئی کہ یہ مہر سکوت صبح قیامت سے پہلے نہ ٹوٹیگی، اس پر کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیرباد کہا۔

شیخ انکی وفات پر آبدیدہ ہیں مگر انکی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ چند ہی روز کے بعد شیخ اس عالم فانی سے رخصت ہوئے، کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پُر فضا باغ میں مقیم ہیں، اور ستر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ان میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے یہی لڑکی ہے، اور اب وہ دونوں ابدالآباد کے لئے جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش وخرم ہیں، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

محمد رفیع عثمانی
مفتی و صدر دار العلوم کراچی

جہاد افغانستان میں
سات دن

ایمان افروز واقعات اور مشاہدات و تاثرات

٩

"سکینت"

حملے سے ذرا پہلے تقریباً پونے پانچ بجے نمازِ عصر باجماعت ادا کی گئی، نماز کے بعد دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھے تو آنکھیں نمناک اور زبان گُنگ ہو کر رہ گئی، فرطِ جذبات میں دُعاؤں کے الفاظ یاد نہیں آرہے تھے، حافظہ پر زور ڈال کر وہ دُعا مانگنی چاہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ خندق کی مٹی ڈھوتے ہوئے رجز کے انداز میں فرمائی تھی —— شکم مبارک کو مٹی نے ڈھانپ لیا تھا —— وہ پوری دُعا تو یہ ہے:

وَاللہِ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
بخدا (یا اللہ) اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کو ہدایت نصیب نہ ہوتی   نہ ہم صدقہ خیرات کرتے نہ نماز کی توفیق ہوتی

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا   اِنَّ الْاُولٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا
پس ہم پر سکینت (اطمینان) نازل فرما دیجئے   اُن (کفار) نے ہمارے مقابلے میں سرکشی کی ہے

إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

وہ جب کوئی شرارت کرنا چاہینگے ہم اُسے ردّ کردینگے

لیکن اُس وقت ہمیں اس دُعا میں سے صرف "فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا" یاد آیا، اور اسی کو اِلحاح وزاری کے ساتھ دہراتے رہے ۔۔۔ دُعا سے فارغ ہوئے تو دل پر ایسا عجیب وغریب اطمینان چھایا ہوا تھا کہ زندگی میں اس کی مثال یاد نہیں، حال کی فکر، نہ مستقبل کا کوئی اندیشہ، نہ ماضی کا کوئی غم، عجب کیف ونشاط تھا ۔۔۔ قرآنِ کریم نے اہلِ جنت کیلئے اس عجیب وغریب نعمت کی بشارت جگہ جگہ دی ہے کہ:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اُن کو نہ کسی طرح کا اندیشہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے

اکثر یہ سوچکر حیرانی ہوتی تھی کہ یا اللہ! وہ کیسا پُرکیف عالم ہوگا جب نہ مستقبل کا کوئی دھڑکا ہوگا، نہ حال یا ماضی کا کوئی غم! دُنیا میں تو اس عجیب وغریب کیفیت کا تصور بھی ممکن نظر نہیں آتا، انتہائی امن ومسرت کی حالت میں بھی جبتک ہوش وحواس باقی ہوں ہر شخص کو نہ جانے کتنے غم اور تفکرات، اور کتنے ہی کھٹکے اور دھڑکے لگے رہتے ہیں ۔۔۔ مگر میدانِ جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُس عجیب وغریب نعمت کی ایک جھلک یہاں دکھلادی۔

دیکھا جو اپنے دل میں وہ دیکھا نہ پھر کبھی
یوں تو مِری نگاہ سے دنیا گذر گئی

نماز کے فوراً بعد کمانڈر صاحب نے "واکی ٹاکی" پر مجاہدین کی اُس جماعت سے رابطہ کیا جو بائیں طرف پہاڑ پر مورچہ زن تھی، یہ مکالمہ استعاروں پر مشتمل تھا کہ دشمن کا وائرلیس بھی اُچک لے تو آسانی سے نہ سمجھا جاسکے ۔۔۔ ہم صرف کمانڈر صاحب کی آواز سُن رہے تھے آپ بھی سُنئے:

"السلام علیکم" ——— ؟

"جی ہاں" ——— ۔

"یہ بتاؤ کھانا تیار ہے؟" ——— ۔

"تو پھر آپ لوگ دسترخوان وغیرہ لگائیں، ہم چند منٹ میں پہنچ رہے ہیں" ——— ۔

"ٹھیک ہے" ——— ۔

"وعلیکم السلام"

اس اثنار میں ہمارے وہ باقی ساتھی بھی پہنچ چکے تھے جنہیں "مرز گاہ" سے لانے کے لئے ہم نے جیپ واپس بھیجی تھی۔ کمانڈر صاحب کی ہدایت کے مطابق ہم سب مہمان اور مجاہد ساتھی ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھ گئے، صرف دو چار کہنہ مشق مجاہدین اُن کے ساتھ مارٹر توپ پر رہے۔ کمانڈر صاحب نے ہمیں بتا دیا تھا کہ جیسے ہی ہماری توپ سے پہلا فائر ہو گا دشمن گولے برسا کر ہمیں نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا، —— یہ بھی بتا دیا تھا کہ دشمن کے فائر کی آواز کیسی ہوگی، پھر جب اُن کے گولے ہمارے پاس سے گذریں گے تو کیسی آواز سُنائی دے گی، اور جب وہ گر کر پھٹیں گے تو کیسا دھماکہ ہوگا، اور یہ کہ گولا جب زمین پر گر کر پھٹتا ہے تو اُس کے دہکتے ہوئے دھاردار آہنی پرخچے دُور دُور تک رائفل کی گولی کی رفتار سے اُڑتے ہیں، یہ رائفل کی گولی سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اُن سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ دشمن کے فائر کی آواز سُنتے ہی سب زمین پر لیٹ جائیں۔

فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

حملے کا آغاز —— پہلا ہی گولہ ٹھیک نشانے پر:

کمانڈر خالد صاحب نے توپ کا نشانہ دشمن کے ایک مورچے پر فٹ کر کے بلند آواز سے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہا۔ جواب میں ہم سب نے "اللہ اکبر" کا فلک شگاف نعرہ بلند کیا —— مجاہدین پہلے بتا چکے تھے کہ ہم حملے کا آغاز ہمیشہ نعرۂ تکبیر سے کرتے ہیں، کیونکہ دُشمن اس سے بُری طرح گھبراتا ہے، اس گھبراہٹ کے آنکھوں دیکھے بہت سارے دلچسپ واقعات بھی انہوں نے سُنائے تھے —— اسی نعرۂ تکبیر کی گونج میں ہماری مارٹر توپ گرجی، اور ہم تبرُّکاً قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھنے لگے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (انفال —— ۱۷)

"اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم نے کنکریاں پھینکیں تو وہ تم نے نہیں پھینکیں، بلکہ اللہ نے پھینکی ہیں۔"

یہ اُس وقت نازل ہوئی تھی جب غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مُٹھی بھر کے لشکرِ کفار پر پھینکی تھی، اور معجزانہ طور پر دُشمن کے ہر سپاہی کو اُس سے نقصان پہنچا تھا۔ کمانڈر صاحب نے جو گولہ فائر کیا تھا اس کے پھٹنے کا دھماکہ تقریباً تیس چالیس سیکنڈ بعد سُنائی

دیا، ساتھ ہی دُور بینوں پر مامور مجاہدین نے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگا کر خوشخبری سنائی کہ گولہ ٹھیک نشانے پر لگا ہے، مجاہدین کی جو جماعت بائیں طرف پہاڑ پر تعینات تھی انہوں نے بھی فوراً وائرلیس پر مبارکباد دی کہ گولہ ٹھیک مورچے پر جاکر پھٹا ہے ــــ یہ محض اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی ورنہ عموماً توپ کا پہلا فائر ٹھیک نشانے پر نہیں لگتا، ایک دو گولے خطا ہونے کے بعد ہی ہدف کا صحیح اندازہ ہوتا ہے ــــ لیکن یہاں تو قدم قدم پر یہ حقیقت بے حجاب ہوتی جارہی تھی کہ :

دے ولولۂ شوق جسے لذّتِ پرواز ــــ کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج
مشکل نہیں یارانِ چمن معرکہ باز ــــ پُرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ درّاج

دُشمن کے ٹینک اور توپوں کی جوابی کارروائی :

اُدھر فوراً ہی دُشمن کے ٹینک اور توپوں کے فائروں کی دھمک سُنائی دینے لگی، اور چند سیکنڈ بعد اُن کے گولے ہمارے دائیں بائیں اور پیچھے کافی فاصلے پر گر گر کر پھٹنے لگے ــــ ٹینک کے گولوں سے تو اس لئے خطرہ نہیں تھا کہ وہ بالکل سیدھے لپکتے ہیں، اور اُسی کو نشانہ بنا سکتے ہیں، جو ٹیلے وغیرہ کی آڑ میں نہ ہو، ــــ البتہ دشمن کی مارٹر توپیں بھی آگ اُگل رہی تھیں، جن کے گولے کمان کی طرح بتدریج اوپر جاکر نیچے آتے ہیں، اِن سے وہ ٹیلے کے پیچھے بھی ہمیں نشانہ بنا سکتے تھے، لیکن اُن کے ہوش و حواس کی طرح نشانے بھی خطا ہو رہے تھے۔ اِدھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ایسی "سکینت" ڈال دی تھی کہ گولہ باری کی یہ جنگ زندگی کا انتہائی دلچسپ کھیل اور نہایت پُرکیف عبادت بن گئی، دشمن کے گولے جو گرد و پیش میں زبردست دھماکوں کے ساتھ پھٹ رہے تھے، ایک دو ہی منٹ میں کان اُن کے ایسے عادی ہو گئے کہ بھاڑ پر بھُنتے ہوئے چنوں کی "پٹ پٹ" کی برابر بھی اُن کی اہمیت نہ رہی۔

رہے ہیں، اور ہیں، فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا

دُوسرا گولہ ٹینک کے پاس جاکر پھٹا :

خالد زبیر صاحب اس "فرصت" میں توپ کو اپنے دوسرے نشانے پر فٹ کر چکے تھے، اور اب گرد و پیش پر کبھی گہری اور کبھی سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے اس طرح ٹہل رہے تھے، جیسے کرکٹ میچ کا بولر پہلی کامیاب گیند پھینک کر دُوسری پھینکنے کیلئے گیند کی واپسی کا انتظار کر رہا ہو۔

— حکمتِ عملی یہ تھی کہ اپنا ایک گولہ پھینک کر جب تک اُدھر سے گولہ باری ہوتی رہے خاموش رہو، اور اُن کی گولہ باری کے رُخ سے اپنے نئے ہدف کا اندازہ کرتے رہو، جب دُشمن سانس لینے کے لئے ذرا رُکے تو ایک گولہ اور داغ دو — جو "سو سُنار کی ایک لوہار کی" کا مصداق ہو — اسی طرح اپنا گولہ بارُود کم سے کم اور دُشمن کا زیادہ سے زیادہ خرچ کرواتے رہو۔

نہ جانے کتنے گولے ضائع کرنے کے بعد دشمن کی گولہ باری جیسے ہی رُکی کمانڈر صاحب نے دوسرا گولہ فائر کر دیا جو ٹینک کے بالکل پاس جا کر پھٹا، بعض نوجوان ساتھی فرطِ مسرت سے ٹیلہ پر چڑھ کر دُشمن کا حال دیکھنے لگے — کہ

"ہے سلسلہ احوال کا، ہر لحظہ دِگرگوں"

دُشمن کی بے سُود گولہ باری:

اُدھر دشمن نے مجبوراً پھر فائر کھول دیئے تھے، اور اُن کے گولے ہمارے دائیں بائیں اور اُوپر سے "شوں شوں" کرتے گذر رہے تھے — حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے دائیں ہاتھ پر مَیں، اور میرے دائیں ہاتھ پر اخی فی اللہ جناب محمد بنوری صاحب تھے، اُن کے بعد دوسرے ساتھی ہم سب ٹیلے سے ٹیک لگائے، ٹانگیں جنوب کی طرف پھیلائے زمین پر بیٹھے تھے — شمال سے دشمن کے جو گولے آ آ کر پھٹ رہے تھے، اُن سے اُٹھنے والے دھویں کے بادلوں کا نظارہ کرتے رہے، دُشمن کے فائر کی آواز سُن کر لیٹ جانے کی ہدایت پر شروع میں تو پابندی سے عمل ہوا، لیکن دشمن کی بدحواسی اور "نشانے میں مہارت" کا حال دیکھ کر یہ عمل تکلّف سا محسوس ہونے لگا، اس لئے اب صرف اُس وقت لیٹتے تھے جب کوئی گولہ قریب سے گذرتا تھا — کسی کسی گولے کے دہکتے ہوئے پرخچے پاس آ کر بھی گِر جاتے تھے، ہر ایک انہیں ہاتھ بڑھا کر اُٹھانے کی کوشش کرتا، مگر شدید سردی کے باوجود اُن کی تپش کافی دیر میں اس قابل ہوتی کہ ہاتھ میں لئے جا سکیں۔

اُدھر ہمارے بعض جوشیلے ساتھی گولوں کی اس بارش سے بے نیاز، ٹیلے کے بالکل اُوپر بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر دشمن کی نقل و حرکت کا نظارہ کر رہے تھے، وہ نیچے آتے تو دوسرے ساتھی وہاں پہنچ جاتے، اس صورتِ حال نے معرکہ کی دلچسپی میں تو بہت اضافہ کر دیا تھا کہ پل پل کی خبریں مل رہی تھیں، لیکن جنگی اصول کے لحاظ سے یہ سنگین غلطی تھی، کیونکہ دشمن کیلئے سب سے آسان نشانہ وہ شخص ہوتا ہے جو ٹیلے یا پہاڑ وغیرہ کے بالائی کنارے (اسکائی لائن) پر بیٹھا یا کھڑا ہو، نیز یہ کمانڈر صاحب کی ہدایت کی بھی خلاف ورزی تھی، وہ تو میزبان ہونے کی وجہ سے خاموش

رہے، بادلِ ناخواستہ مجھے درخواست کرنی پڑی کہ "آپ حضرات کمانڈر صاحب کی ہدایت کی خلاف ورزی نہ کریں، جوش میں شاید آپ کو یاد نہیں رہا کہ "حکمِ امیر" کی خلاف ورزی سخت گناہ ہے"۔ تب کہیں جاکر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم بھی صرف اصول اور "حکمِ امیر" کے باعث ہی بیٹھے رہے، ورنہ دل تو رہ رہ کر یہ تقاضا کر رہا تھا کہ:

کب تک رہے محکومیٔ انجم میں مری خاک
یا میں نہیں، یا گردشِ افلاک نہیں ہے

اس مرتبہ دشمن کی گولہ باری زیادہ تیز تھی، اور دیر تک جاری رہی، جیسے ہی وہ رُکی کمانڈر صاحب نے تیسرا فائر کر دیا، یہ گولہ دشمن کے ایک اور مورچے پر جاکر گرا۔ اور نعرۂ تکبیر سے فضا لبریز ہوگئی، اُدھر دشمن کی توپوں نے پہلے سے زیادہ شدومد کے ساتھ آگ اُگلنی شروع کر دی، مگر وہ زبانِ حال سے بس یہی کہہ رہی تھیں کہ:

مرے نالے ہیں بس کہ دل کی تسکیں
مجھے مطلب نہیں اُن کے اثر سے

"ہم نو واردوں کے گولے بھی تیر بہدف":

خالد زبیر صاحب مسکراتے ہوئے میرے پاس آئے تو میں نے کہا "ہم سب بھی کم از کم ایک ایک گولہ فائر کریں گے" اُن کا چہرہ مسرت سے کھِل اُٹھا، ادب سے جھک کر کہنے لگے "اب سارے گولے آپ حضرات ہی کو باری باری فائر کرنے ہیں، میں توپ کو صرف نشانے پر فٹ کرتا رہوں گا"۔ یہ سُنکر خوشی کی انتہا نہ رہی، اور ہر ایک اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔ انہوں نے اس مرتبہ توپ کا نشانہ بڑی احتیاط سے فٹ کیا، اور دشمن کی گولہ باری کے دوران اُس نشانے کو چیک بھی کرتے رہے۔ کافی انتظار کے بعد گولہ باری تھمی تو ادب سے آکر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو ساتھ چلنے کی دعوت دی ـــ اس وقت مجاہدین کا جوش و خروش قابلِ دید تھا، "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں حضرت مدظلہم نے زوردار فائر کیا، وہ واپس آکر اپنی جگہ بیٹھے ہی تھے کہ اُن کے داغے ہوئے گولے کے پھٹنے کا دھماکہ سُنائی دیا، اور فضا پھر نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھی ـــــ معلوم ہوا کہ جن دو مورچوں پر پہلا اور تیسرا گولہ پھٹا تھا، یہ چوتھا گولہ غالباً انہی کے بیچوں بیچ جاکر پھٹا، اس سے بظاہر دونوں ہی مورچوں کے فوجیوں کو نقصان پہنچا تھا۔

فقرِ جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے ــ ضرب کاری ہے اگر سینہ میں ہے قلبِ سلیم

دشمن کے ٹینک اور توپوں نے اب جو گولوں کی شدید بارش شروع کی تو اس میں جھنجھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے، جس کے نتیجے میں اب ان کے گولے ہمارے سے اور زیادہ فاصلے پر گر رہے تھے — کمانڈر خالد، جنہیں میدانِ کارزار نے مسرت کے ساتھ تواضع، اور عزم کے ساتھ تدبّر کا جمیل و جلیل پیکر بنا دیا تھا، پاس آکر کھڑے ہو گئے، اور مسکرا کر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے کہنے لگے "حضرت! آپ کے فائر نے دشمن پر ضربِ کاری لگائی ہے، ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ ان پر جتنی کاری ضرب پڑتی ہے، وہ اتنی ہی دیر تک اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں! گولہ باری کتنی تیز ہو گئی ہے" — وہ پھر توپ کو نئے نشانے پر فٹ کرنے چلے گئے، اور میں گولہ باری تھمنے، اور کمانڈر صاحب کے بلانے کا بے تابی سے انتظار کرنے لگا۔ میں دِل ہی دِل میں کہہ رہا تھا یا اللہ! زندگی میں آج پہلی بار آپ کے دشمنوں پر توپ چلانے کا موقع مِل رہا ہے، پھر آپ ہی کو معلوم ہے کہ آئندہ کبھی یہ سعادت نصیب ہو گی یا نہیں؟ اگر یہ وار خالی چلا گیا تو عمر بھر حسرت رہے گی، یا اللہ! میرے فائر کو دشمن پر ضربِ کاری، اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دیجئے" — اور بھی جو جو مسنون دعائیں اس موقع کیلئے یاد آئیں زیرِ لب پڑھتا رہا۔

بالآخر دشمن کی گولہ باری تھمتے ہی کمانڈر صاحب مسکراتے ہوئے آئے اور بڑے ادب سے مجھے ساتھ لے چلے، توپ قریب ہی ٹیلے کے بالائی کنارے سے ذرا نیچے نصب تھی، صرف دہانہ ٹیلے سے اوپر تھا جسے بڑی احتیاط سے نشانے پر سیٹ کیا جا چکا تھا، مجھے صرف فائر کرنا تھا — اینٹی ایرکرافٹ سے فائر کی مشق تو آج صبح "خانی قلعہ" میں کچھ کر بھی لی تھی لیکن مارٹر توپ سے فائر کا یہ پہلا موقع تھا، پچھلے حصے میں بھی ایک دہانہ عمودی شکل میں تھا، کمانڈر صاحب نے بھاری گولہ میرے دونوں ہاتھوں میں تھماتے ہوئے فرمایا کہ "اسے نوک کی طرف سے اس عمودی دہانے میں ڈال دیں، گولہ جیسے ہی اندر پہنچیگا فائر ہو جائے گا، مگر آپ گولہ ڈالتے ہی اپنے کان دونوں ہاتھوں سے بند کر کے فوراً دائیں طرف ہٹ جائیں، تاکہ دھماکے سے کان متاثر نہ ہوں اور گولے کا خول جو فوراً اچھل کر بائیں طرف آتا ہے اس کی زد سے محفوظ رہیں" — مخروطی شکل کا یہ وزنی گولہ تقریباً سوا فٹ لمبا اور چھ انچ موٹا ہو گا، پیچھے تیر کے پروں کے مانند چرخی سی لگی ہوئی تھی — گولہ اس دہانے میں جاتے ہی دوسری طرف سے خوفناک دھماکے کے ساتھ دشمن کی جانب لپکا اور میں دل ہی دل میں اس سے یہ کہتا ہوا واپس آگیا کہ

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا، کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

جیسے ہی گولہ پھٹنے کا دھماکہ ہوا، دور بینوں پر مامور مجاہدین نے مژدہ سنایا "گولہ تیسرے مورچے پر جاکر پھٹا ہے" اور فضا پھر نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی، کارنامہ تو سارا کمانڈر خالد زبیر صاحب کا تھا، مگر میرے لئے یہ سعادت بھی کیا کم تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے طفیل مجھ جیسے اناڑی اور کم ہمت کا ہاتھ بھی اس میں لگوا دیا تھا۔ خوشی سے آنسو نکل پڑے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

بے بسی کی حالت میں دشمن کی ایک چال:

حسب معمول کمانڈر صاحب نے یہ تصدیق کرنے کیلئے کہ گولہ واقعی نشانے پر لگا ہے پہاڑ والی جماعت سے رابطہ کیا تو وائرلیس پر ایک اجنبی آواز سنائی دی:

"غلط مار رہے ہو، پیچھے مارو۔"

فوراً ہی جانی پہچانی آواز نے لقمہ دیا:

"کمانڈر صاحب! یہ دشمن بول رہا ہے، اس کے دھوکے میں نہ آئیے، گولہ ٹھیک مورچے پر جاکر پھٹا ہے، آپ کے ٹھیک ٹھیک نشانوں سے گھبرا کر یہ گمراہ کرنا چاہتا ہے۔"

کمانڈر صاحب نے اُس اجنبی آواز کو پشتو میں مخاطب کرکے بڑے اطمینان سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں، ہمیں وہ سب جگہیں معلوم ہیں جن کو ہمیں نشانہ بنانا ہے، انشاء اللہ اگلے فائر بھی وہیں پہنچیں گے جہاں ہم چاہیں گے۔"

یہ سُنکر وہ بے تحاشا گالیاں دینے لگا ۔ کمانڈر صاحب نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس پانچویں گولے کے پھٹتے ہی دشمن کے ٹینک، مارٹر توپوں، دہ شکہ (اینٹی ایر کرافٹ) اور "زیکویک" (اینٹی ایر کرافٹ کی ایک اور قسم) نے جس انداز میں اندھا دھند گولے برسانے شروع کئے، اس سے بھی تائید ہوتی تھی کہ وہ ہمارے تابڑ توڑ کامیاب حملوں سے بُری طرح بلبلا اُٹھے ہیں۔

"فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار"

ایک کمسن مجاہد کا یقین:

ایک کمسن پاکستانی مجاہد جس کی عمر بمشکل پندرہ سال ہوگی، "خانی قلعہ" میں زیر تربیت تھا، اور آج کے معرکے میں بھی شریک تھا، وہ ٹیلے سے کافی پیچھے کھلی زمین میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے دشمن کی چوکی "زامہ خولہ" کھڑے ہوکر دیکھی جاسکتی تھی، جب ہماری طرف سے فائر ہوتا وہ پنجوں کے بل کھڑا

ہو جاتا اور اُچک اُچک کر گولہ گرنے اور پھٹنے کا آنکھوں دیکھا حال بڑے جوش وخروش سے سناتا جاتا، پھر جب دشمن کی طرف سے فائر کھلتا تو اُس کا اعلان کرتا "دیکھو وہ گولے آرہے ہیں، یہ بھی بے کار جائیں گے۔" ہم نے بارہا منع کیا، مگر وہ سُنی اَن سُنی کرتا رہا۔ اب جبکہ دشمن کی گولہ باری عروج پر تھی، اور گولوں کے پرخچے پاس آآکر زیادہ گرنے لگے تو ہم نے اُس کی پھر منت سماجت کی اور بہت سمجھایا کہ "بیٹا! کھلی زمین میں رہنا خطرناک ہے، یہاں ٹیلے کے نیچے آکر بیٹھ جاؤ ـــــ اُس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

> "حضرت! آپ فکر نہ کریں، میں پچھلے دس روز میں ایسے کئی معرکوں میں شریک ہو چکا ہوں ـــــ یقین کیجئے، دشمن کے یہ گولے ہمارے واسطے نہیں بنے، یہ صرف ضائع ہونے کیلئے بنے ہیں۔"

اس "شاہین بچہ" کا یہ جواب اصولِ جنگ اور نظم وضبط کے جتنا بھی خلاف ہو، مگر اُس عجیب وغریب حقیقت کا ترجمان ضرور تھا جو ہم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو یا تو اندھا کر دیا تھا کہ وہ ابتک یہی پتہ نہ چلا سکا کہ ہم کہاں سے گولہ باری کر رہے ہیں، یا ایسا بے بس کر دیا تھا کہ ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگانے کے باوجود اُس کا ہر گولہ یا تو کسی ٹیلے سے جا ٹکراتا، یا زمین میں کہیں دُور گر کر پاش پاش ہو جاتا۔

> پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
> شکارِ زندہ کی لذت سے محروم رہا

"سکینت" ـــــ ایک پُرکیف اُعجوبہ:

گولے اب اور زیادہ تیزی کے ساتھ ہمارے سروں پر سے "شوں شاں" کرتے گذر رہے تھے، اور اُن کے پیہم دھماکے اس تسلسل سے ہو رہے تھے جیسے بھاڑ پر چنے بُھن رہے ہوں، لیکن جوں جوں ان کی تیزی اور شدت میں اضافہ ہوتا گیا، دل میں "سکینت" واطمینان بڑھتا چلا گیا، یہ جملے تقریباً ہر ساتھی کی زبان پر تھے کہ "یہاں کا تو عالم ہی عجیب ہے" ـــــ "عجیب سکون ہے" ـــــ "فضا میں عجیب کیف ہے"، "عجیب سرور ہے" ـــــ "آج معلوم ہوا سکینت کسے کہتے ہیں" ـــــ مجھ جیسا کورذوق وسیہ کار بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تعلق مع اللہ کی جو لذت یہاں نصیب ہوئی از زبان و قلم سے اُس کا اظہار ممکن نہیں۔

اپنے دل کی جلوہ گاہِ حُسن تھی پیشِ نظر
کیا بتاؤں بے خودی میں کیا نظر آیا مجھے

گولوں کی اس "چھاؤں" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آکر تو کیف ونشاط کا کچھ اور ہی عالم ہو جاتا تھا کہ:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ (رواہ مسلم)

جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔

اس میں قطعاً مبالغہ نہیں کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دُنیا میں اگر امن وامان اور سکون و اطمینان کی کوئی جگہ ہے تو بس یہی میدانِ کارزار ہے، اور سُرور و نشاط کا کوئی عالم اگر اِس جہان میں موجود ہے تو بس گولوں کی چھاؤں میں ہے۔ یہ نادر حقیقت جسے بہت سے لوگ محض شاعرانہ تخیل سمجھتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے یہاں دِکھلادی کہ

ہر طرح پُر امن ہے آغوشِ گرداب فنا
اور ہر اندیشۂ جاں دامنِ ساحل میں ہے

قرآنِ حکیم نے چار مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضؓ پر "السَّكِينَة" نازل فرمانے کا خاص انداز میں ذکر فرمایا ہے، ایک اُس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے راستہ میں "غارِ ثور" میں تشریف فرما تھے اور کفارِ قریش آپ کو تلاش کرتے کرتے غار تک آپہنچے تھے، دوسرے "بیعۂ رضوان" کے موقع پر، تیسرے "صلح حدیبیہ" کے وقت اور چوتھے غزوہ حُنین کے موقع پر ——— ہم نے بھی آج نمازِ عصر کے بعد اللہ تعالیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے الفاظ میں "سکینة" نازل فرمانے کی دُعا کی تھی، ——— ابھی تک "سَكِينَةٌ" کا صرف ترجمہ "تسکین"، "اطمینان"، "تسلّی" اور "تحمّل" پڑھا تھا، مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ہم نے کیسی عجیب وغریب دولت مانگ لی ہے، ——— جو "سکینت" امام المجاہدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اصحاب پر نازل ہوئی تھی، اس کا تو تصور بھی ہمارے لئے ممکن نہیں، لیکن اس کی جو جھلک یہاں گولوں کی بارش کے دوران نصیب ہوئی، اُس سے کچھ اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین رسول اور اس کے جاں نثاروں پر اس احسان کا ذکر چار مرتبہ کیوں فرمایا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد:

میرے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ سے پوچھا کہ صوفیائے کرام برسوں تک اپنے مریدوں سے جس قسم کے مجاہدے اور ریاضتیں کرواتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے صحابہؓ سے ایسے مجاہدے نہیں کرواتے تھے، پھر صوفیائے کرام کیوں کراتے ہیں؟

حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: (اس ارشاد کے بعینہ الفاظ تو مجھے یاد نہیں رہے، مفہوم نقل کر رہا ہوں۔ رفیع)

"بات دراصل یہ ہے کہ طریقت میں مجاہدے اور ریاضتیں مقصود نہیں ہوتے، مقصود تو باطنی اخلاق کی اصلاح ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق درست اور مستحکم ہو جائے، اور نفس کو اتباعِ شریعت کی عادت ہو جائے، مجاہدے اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے نفس کے علاج کے طور پر کرائے جاتے ہیں، تاکہ نفس، مشقت کا اور اپنی خواہشات کی مخالفت کا عادی ہو جائے، جب یہ عادت پڑ جاتی ہے تو اتباعِ شریعت آسان ہو جاتی ہے، اور شریعت پر عمل کرنے کے لئے صرف رہنمائی کی ضرورت رہ جاتی ہے، جسے مرشد انجام دیتا رہتا ہے۔

یہ مقصود صحابۂ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صرف جہاد ہی سے اس درجہ حاصل ہو جاتا تھا کہ انہیں مزید کسی مجاہدے اور ریاضت کی ضرورت نہیں رہتی تھی، وہ ایک ہی جہاد میں سلوک و طریقت کے ایسے اعلیٰ مراتب طے کر جاتے تھے کہ دوسروں کو برسہا برس کے مجاہدوں سے بھی حاصل نہ ہوں ___ اب بھی جو لوگ کسی مرشدِ کامل کے زیرِ تربیت رہتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہوں، انہیں زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ جہاد خود ایک بڑا مجاہدہ ہے، جو روحانی و باطنی ترقیات اور تعلق مع اللہ کیلئے اکسیر ہے"۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

میرے بعد نوجوان ساتھی جناب محمد بنوری صاحب کی باری تھی، کراچی میں ٹریفک کے ایک حادثہ میں ان کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد سے اس میں لوہے کا راڈ لگا ہوا ہے، اُٹھنا بیٹھنا اور پہاڑی راستوں پر چلنا آسان نہ تھا، مگر شوقِ جہاد یہاں کھینچ لایا ــــ اب وہ بے تابی سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے، دشمن کی گولہ باری تھمتے ہی انہوں نے فائر کیا، اور نعرۂ تکبیر کی گونج میں خوشخبری ملی کہ یہ گولہ بھی نشانے پر گرا ہے۔

دشمن کی اوچھی چال کا مؤثر جواب:

کمانڈر خالد صاحب نے وائرلیس پر اپنی پہاڑ والی جماعت سے اس گولے کے بارے میں تصدیق کرنے کیلئے رابطہ کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ دشمن نے بھی وائرلیس پر خاموشی سے کان لگائے ہوئے ہیں، وہ اسی موقع کے منتظر تھے، گولہ نشانے پر لگنے کی تصدیق تو ہو گئی، لیکن ساتھ ہی انہوں نے دشمن کو سنانے اور ڈرانے ایک نئی پریشانی میں مُبتلا کرنے کے لئے پہاڑ والی جماعت کو مصنوعی طور پر ایسی ہدایات دیں جس سے دشمن یہ سمجھے کہ آج رات کو اُس پر ایک بھرپور منظم حملہ چاروں سمت سے ہونے والا ہے، اور مجاہدین کی چار جماعتیں رات کے اندھیرے میں ہر طرف سے چوکی "زامہ خولہ" کی طرف اُن راستوں سے پیشقدمی کریں گی جن سے بارودی سرنگیں حال ہی میں صاف کر دی گئی ہیں، اور یہ کہ طے شدہ منصوبے کے مطابق یہ حملہ فیصلہ کُن ہوگا، اور مجاہدین کی کوئی جماعت اُس وقت تک واپس نہیں آئیگی جب تک چوکی "زامہ خولہ" اور اُس کی معاون چوکیاں مکمل طور پر فتح نہ کر لی جائیں ــــ یہ اُس اوچھی چال کا جواب تھا جو تھوڑی دیر پہلے دشمن نے وائرلیس پر ہمیں بہکانے کے لئے چلی تھی، مگر یہ جوابی چال اوچھی نہ تھی، کارگر ثابت ہوئی، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

پروگرام یہ تھا کہ غروب آفتاب سے دس منٹ پہلے ہماری طرف سے فائر بند کر دیا جائے گا، کیونکہ جوں جوں دن کی روشنی کم ہوتی جاتی ہے، توپ کے دہانے سے فائر کے ساتھ نکلنے والا شعلہ نمایاں ہوتا جاتا ہے، جس سے دشمن کو اپنا ہدف آسانی سے نظر آسکتا تھا ــــ ہمارے ہر ساتھی کو ایک ایک فائر کرنا تھا، وقت کی تنگی کے باعث اب جس ساتھی کی باری ہوتی وہ دشمن کی گولہ باری کے دوران ہی توپ کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا، اور گولہ باری تھمتے ہی گولہ داغ دیتا، اُدھر دشمن کی گولہ باری پھر پہلے سے زیادہ شدومد کے ساتھ شروع ہو جاتی ــــ ہر ساتھی کے فائر کے بعد کمانڈر خالد صاحب جب پہاڑ والی جماعت سے وائرلیس پر رابطہ کرتے تو، دشمن کو سُنانے کیلئے "رات کے مصنوعی پروگرام" کے حوالے سے کچھ نئی "ہدایات" بھی دیدیتے، اس طرح ــــ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ــــ دشمن کو پورا یقین ہو گیا کہ آج رات

کو اُس پر کوئی بہت بڑی آفت آنے والی ہے، اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی کہ

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادلِ باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

بیس فائر — ہر گولہ نشانے پر:

وقت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ باری باری ہر مہمان ساتھی کو ایک ایک فائر کرنے کا موقع مل گیا، البتہ کراچی کے ایک نوجوان ساتھی کو جنگ شروع ہوتے ہی سخت جاڑا چڑھکر تیز بخار ہو گیا تھا، وہ فائر نہ کر سکے۔ غروبِ آفتاب سے دس منٹ پہلے ہماری طرف سے آخری فائر ہوا، جس کے بعد دشمن کی گولہ باری کا سلسلہ تو جاری رہا، مگر مجاہدین نمازِ مغرب اور واپسی کی تیاری میں لگ گئے — ہمارے صرف بیس گولے خرچ ہوئے تھے جن میں کوئی خطا نہیں ہوا، دشمن کے سیکڑوں گولے ضائع ہو چکے تھے، اور اب بھی مسلسل ضائع ہو رہے تھے — بحمد اللہ ہم میں سے کسی کا بال بیکا نہیں ہوا۔

آفتاب غروب ہوتے ہی ایک مجاہد نے اذان دینی شروع کی، گولوں کی اس چھاؤں میں "مجاہد کی اذان" نے عجیب سماں پیدا کر دیا، اُس کی آواز کا ہر زیر و بم کہہ رہا تھا کہ

شوق میری لَے میں ہے، شوق میری نَے میں ہے
نغمۂ "اللہ ھو" میرے رگ و پے میں ہے

مغرب کی نماز ہماری درخواست پر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے پڑھائی، اللہ تعالیٰ کی کھلی نصرت وحمایت پر مسرت اور تشکر کے جذبات، تلاطم بنکر آنکھوں سے بہ پڑے، امام کی آواز بھی گلوگیر تھی، اور وہ بمشکل قراءۃ فرمارہے تھے، پیچھے ہم مقتدیوں کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں اور ہچکیوں کی آوازوں کو بڑی مشکل سے روک رہے تھے، جسم کا رُواں رُواں سراپا حمد و شکر بن جانے کے لئے بے تاب تھا۔ سر کے اوپر اور دائیں بائیں سے گذرتے ہوئے گولوں کے شور اور ان کے دھماکوں سے بے نیاز ہو کر رکوع و سجود میں جو خشوع و خضوع اور سرور و کیف نصیب ہوا، وہ ایک یادگار سرمایۂ حیات ہے۔

(جاری)

مسجدوں میں دُنیا کی بات نہ کی جائے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت اپنے دنیوی معاملات میں ہُوا کرے گی، تمہیں چاہیئے کہ ان لوگوں کے پاس بھی نہ بیٹھو، اللہ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں"۔

(شعب الایمان للبیہقی)

مسجد چونکہ خانہ خُدا ہے اس لئے اس کے ادب کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جن کا اللہ کی رضا طلبی سے اور دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔

DADABHOY SILK MILLS LTD
City Office, Jehangir Kothari Building, M. A. Jinnah Road Karachi-0127
Regd. Office & Mills: E/1, S. I. T. E. Karachi-1603
Postal Address: G. P. O. Box 354 Karachi-0127 Pakistan

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی
معین مفتی۔ دار العلوم کراچی ۱۴

اتباعِ سنت

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؏

آپ کو معلوم ہے کہ اس محفل کا مقصد کوئی علمی تحقیق نہیں بلکہ جانی ہوئی چیز پر عمل کی توفیق ہو جائے بہت سی چیزیں ہم جانتے ہیں مگر اس پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی، اس کا طریقہ سوائے بزرگوں کی صحبت اور مجلس کے اور کچھ نہیں، ظاہر ہے کہ بزرگوں کی مجلس اب کوئی نہیں، اس لئے ان کے ملفوظات سُنا دیا کریں کہ یہ ان کا قائم مقام ہے، چونکہ ملفوظات عطر ہوتا ہے تمام چیزوں کا اور بسا اوقات انسان کو حق تعالیٰ کی معرفت مل جاتی ہے، ہم کو تو بیس سال تک حضرت کی مجلس کی توفیق ملی، گھر پر بڑے بڑے علماء فضلاء آتے تھے اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ آج بیماری ہے سینہ پر حق بات کھلنے کا، حضرت حاجی صاحب کے ذریعہ آپ کو وہ رابطہ اللہ پاک سے ملا تھا جیسا کسی بڑے سے بڑے شبلیؒ اور جنیدؒ کو ملا تھا، حضرت کے یہاں شانِ تربیت کا ایک خاص طریقہ تھا، باقاعدہ تنبیہ ہوتی تھی۔

اتفاق سے ایک رسالہ میرے سامنے آیا شیخ محی الدین ابن عربیؒ انہوں نے شیخ و مرید کے کچھ حالات لکھے ہیں وہ سارے تربیت کے اصول پہلے تھانہ بھون میں جاری تھے، میں نے وہ کتاب حضرت کی خدمت میں پیش کی، حضرت بہت خوش ہوئے، فرمایا خدا کا شکر ہے مجھے تائید مل گئی کہ یہ بدعات نہیں ہیں اس کا ترجمہ بھی شائع ہو رہا ہے۔

اتباعِ سنت بھلائی کا راستہ ہے

حضرت ابن عطاء اللہ اسکندریؒ بڑے بزرگ اور حکیم ہیں ان کا ایک ملفوظ ہے "جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے اتنا ہی بھلائی کی طرف چلو گے، جتنا اتباع سے دوری ہوگی،

اتنی ہی ہلاکت ہوگی" فرمایا اللہ کے نزدیک آج قبولیت کے دروازے بند ہیں بجز اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آج کوئی نجات نہیں پا سکتا بغیر اتباع کے کمال کے۔

اتّباعِ سنّت دو قسم پر ہے

آگے فرمایا کہ متابعت دو طرح کی ہے ایک ظاہری اعمال میں نماز، روزہ، معاشرت، معاملات اخلاق میں اس کے جتنا قریب ہوں گے اتنا ہی اس کا وزن بڑھے گا، باطن کے انوار جن پر ظاہر ہوتے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں اتباع سنت کی برکات کے انوار کیا ہیں، آج لوگ نئی چیز کو پوچھا کرتے ہیں کوٹ پتلون جوتا وغیرہ میں کہتا ہوں آج ساری دنیا اس بلا میں مبتلا ہے ہم اس کو ناجائز تو نہیں کہتے مگر جو انوار و برکات اس سادہ لباس میں ہیں جو صحابہ کرامؓ نے استعمال کئے وہ ان میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح وضع قطع عادات و خصائل، صورت و سیرت جتنی قربت ہوگی اتنا ہی وزن ہوگا آپکی محبت مدار ہے ساری چیزوں کا جتنا اس سے دور ہونگے اتنا ہی نحوست آئیگی یہ کسوٹی ہے اعمال، متابعت سے جو جتنا ہٹا ہوا ہے دیکھنے میں کتنی ہی خوبصورت اور پاکیزہ معلوم ہوں خیر خیرات، درود کھڑے ہوکر، یہ ساری چیزیں عبادات ہیں مگر اتباع کے بغیر ہیں اس لئے بے روح ہیں.......... یہ ظاہری اعمال وافعال کی متابعت ہے، ساری عمر آخیر دم تک جماعت سے نماز ادا کی یہ بھی متابعت ہے آج ہو یہ گیا ہے کہ جسکی اتنی اہمیت ظاہر ہے اسکی کسی کو پرواہ نہیں اور نئی نئی محبت کے نام پر بدعات جاری ہیں اسی کو دین کہتے ہیں، جسکا اہتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو ہم بھی اہم نہ سمجھیں، دوسروں کی ایذا رسانی سے بچنا یہ بھی ظاہری ہے۔

اور دوسری ہے باطنی متابعت کہ ہم اپنا دل لگائیں خدا کی یاد میں ہم نے سیکڑوں تعلقات باندھ رکھے ہیں، دنیا بھر کے جھگڑے اپنے دل کے ساتھ باندھ رکھے ہیں بس یہ نہ ہو، حقوق تو سب کے ادا ہوں، خیال سب کا ہو مگر قلب ہمیشہ خدا کی یاد میں لگا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی شان تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ظاہری اعمال تو ہم دیکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر کیا اعمال تھے؟ آپ نے فرمایا گھر کو صرف عبادت خانہ نہیں بنایا تھا، ہنسی مزاح گھر کے دھندے سب میں ہاتھ بٹاتے تھے مگر کوئی کام دین کا آگیا تو سب چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے، یا دین کے خلاف کوئی بات کہتا تو آپ کا غصہ آجاتا باطنی کیفیات یہ ہیں کہ قلب کو مشغول رکھیں اللہ کی یاد میں۔

فرمایا جیسے ہم کو نماز میں خشوع حاصل نہیں ہوتا تو اس مرض کو پہچانو مختلف علاج ہیں اس کے، ابن عطاء اللہ فرماتے ہیں اللہ پاک متوجہ ہوں بندے کیطرف اور بندہ متوجہ نہ ہو اسمیں روگ ہے کوئی بیماری ہے، اللہ کے ذکر سے زیادہ لذت کسی چیز میں نہیں ہے۔ اگر اسمیں لذت نہ آئے تو یہ بیماری ہے اس کا علاج کرو۔

عُجب اور تکبّر میں فرق

حضرت سے کسی نے سوال کیا ذکر میں دل نہیں لگتا کوئی وظیفہ بتا دیجئے فرمایا اگر وظیفہ بتاؤں اس میں بھی دل نہ لگے تو پھر دوسرا وظیفہ اسمیں دل لگنے کا بتاؤں اس طرح کہاں تک سلسلہ جائیگا تو فرمایا قلب کی حضوری نہ ہونا بیماری ہے یہ قرآن سے پوچھو کیا بیماری ہے قرآن کریم میں ہے میں اپنی آیات سے پھیر دیتا ہوں انکے قلوب جو تکبر کرتے ہیں لیجئے بیماری کی تشخیص ہوگئی، اس سے کون خالی ہے، لوگوں کو اپنی بیماری کی اطلاع نہیں ہوتی. ایک شخص جماعت کی پابندی کرتا ہے اچھی بات ہے مگر دوسرے اور عیوب ہیں اس پر نظر نہیں یہ تکبر ہے اپنے عمل کو اچھا سمجھنا۔ ہم کوئی نیکی کرتے ہیں تو کمال سمجھتے اور اسی عمل میں دوسرے کو کمزور دیکھے اور تکبّر کرے یہ معصیت سے زیادہ بُرا ہے یہ تمام اعمال ضائع کر دیتا ہے اس لئے نماز میں خشوع نہ ہونا تکبّر ہے اس کو تلاش کرو کس جگہ چور ہے، مدار سارا متابعت پر ہے ظاہر اور باطن دونوں میں اتباع ہو دل اللہ کے لئے خالص رکھو اسمیں کسی اور کو نہ گھسنے دو اور اگر یہ روگ دور نہیں ہوتا تو نیک بندوں کی مجالست اختیار کرو محبت سے یہ روگ جائیگا. اور کوشش کرو کہ اپنے اعمال کی پسندیدگی نہ آئے، اس سے یہ مطلب نہیں کہ نماز کو اچھا نہ سمجھے، یا صدقہ کو اچھا نہ کہے لیکن اس اچھے کو اپنی طرف منسوب نہ کرے کہ توفیق اسی نے دی ہے ورنہ میں کہاں اس قابل تھا کہ یہ عمل مجھ سے ہو جاتا، اللہ ہی دل میں یہ ارادہ دیتا ہے، ہاتھ پاؤں میں طاقت اس نے دی میں نے کیا کیا، اُسے اپنی طرف منسوب نہ کرے اسی کو عجب کہتے ہیں، عُجب کا تعلق اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے اور تکبّر کہتے ہیں دوسروں کو حقیر سمجھے اپنے مقابلہ میں، یہ فرق ہے عجب اور تکبّر میں یہ دونوں روگ ہیں بڑے.

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا اولیاء اللہ کے دل سے سب سے بعد جو رذیلہ نکلتا ہے وہ کبر اور عجب ہے اس میں بڑے بڑے اولیاء مبتلا ہیں حالانکہ آپ میں اتباع سنت کی تمام حدود موجود تھیں. فرماتے ہیں میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اب تک یہ رذیلہ نہیں گیا اس کا علاج یہ ہے کہ اسکو پاس نہ پھٹکنے دیا جائے.

اتّباعِ سنّت تمام نیکیوں کی کُنجی ہے

فرماتے ہیں کہ اللہ نے ساری نیکیاں ایک مکان میں جمع کر دیں اور اس کی کنجی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اب اتباع کیا ہے متابعت کرو قناعت میں، حرص میں نہ پڑو، رزق کی زیادہ فکر نہ کرو، دنیا بقدر ضرورت بھی آپ نے جمع نہ کی، تم بقدر ضرورت تو جمع کر لو لیکن ضرورت سے زیادہ جمع نہ کرو، بھیک بھی مانگنا نہ پڑے اور فضولیات میں بھی نہ پڑ جاؤ یہ عام مسلمانوں کو حکم ہے کسی کو کچھ دو تو کچھ روک کر بھی رکھو۔ آپؐ نے بعض لوگوں کا ایک تہائی سے بھی کم قبول کیا، باقی واپس کر دیا اور ایک شخص کو بالکل واپس کر دیا جو اپنا سارے کا سارا لایا تھا اس سے خفگی بھی ظاہر کی یہ تو عام معمول تھا اور اپنے لئے اور خاص صحابہؓ کے لئے خصوصیت تھی کہ ابو بکرؓ کا سارا مال قبول کر لیا، انکے درجات اور ہیں، غرض اعتدال

سے جمع کرنے کا حکم ہے، آج دل کو پکڑتے پھرتے ہیں، کھانا ہضم نہیں ہوتا مگر دنیا کی زیب و زینت حاصل کرنیکا روگ ہوگیا ہے بغیر فرنیچر کے چین نہیں آتا۔

اور متابعت کرو فضول باتوں، فضول مجلسوں، فضول کاموں، فضول کھانے، غرض ہر فضولیات سے، بچو جہاں چار آدمی بیٹھتے ہیں غیبت اور لایعنی ہوتا ہے، یہ بڑا عذاب لگ گیا ہے قوم کے متقی لوگ بھی اس سے نہیں بچتے۔

فلم بڑی لعنت ہے

فرمایا مومن کا اسلام جب کامل ہوتا ہے جب لایعنی کو چھوڑ دے، آج فلم کا نام اصلاح رکھ لیا ہے، مجھے ایک آدمی بتادو جس نے اصلاحی فلم دیکھ کر توبہ کرلی ہو اپنے بداعمالی سے یہ سب بدمعاشی کا اڈہ ہے اسمیں کچھ اچھا کام بھی ہو تو وہ گندگی کے حوض میں پاک پانی ڈالنا ہے یہ سب سے بڑی لعنت ہے لایعنی کی۔ اس دروازہ پر سب سے سخت پہرہ بٹھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اگر کوئی جاننا چاہے کہ مجھ سے خدا ناراض ہے یا راضی تو دیکھ لے اگر لایعنی میں لگا ہے تو ناراض ہے۔ کمزوروں کے لئے یہ بڑا اچھا نسخہ ہے لایعنی کو چھوڑ دو، تقویٰ اختیار کرو، سارا دین اسی میں ہے، متابعت کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کی غیبت زبان سے، یا دل سے نہ کرو، ایذا رسانی سے بچو۔

جس پر اتباع کا دروازہ کھل گیا وہ اللہ کو محبوب ہوگیا۔ وما علینا الا البلاغ۔

---

۲۹ صفر، ۱۹ جون ۶۶ء اتوار

پاک اکیڈمی کی چند مطبوعات

عالم اسلام کے خلاف سازشیں	عزیز الرحمٰن قریشی	۱۲/-
مختصر تاریخ خلافت اسلامیہ	مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی	۴۰/-
ہندوستان میں مسلم فرقہ واریت	پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری	۱۰/-
وسیلہ اور اس کی حقیقت	شیخ نسیب الرفاعی ترجم مولانا مختار احمد ندوی	۱۰/-
کتاب المعارف تاریخ الانساب	ابن قتیبہ، مترجم سلام اللہ صدیقی	۴۵/-
حیات شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب	علامہ مختار احمد ندوی	۱۵/-
امیر المومنین امیر معاویہ رض	مولانا علی احمد عباسی	
تذکرۃ الائمہ	ملا باقر مجلسی	۲۵/-

درج بالا نایاب کتب حاصل کرنے کا پتہ

پاک اکیڈمی بک سیلرز پبلشرز پوسٹ بکس ۶۶ جی پی او۔ کراچی

محمد زبیر اشرف عثمانی
دارالعلوم کراچی ۱۴

امتِ مسلمہ کی ایک ضرورت

(دوسری اور آخری قسط)

جہاد کے فضائل

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں جہاد کی فضیلت جا بجا مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

فضل الله المجاهدين باموالهم وانفسهم على القاعدين درجة، وكلًّا وعد الله الحسنى وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرًا عظيمًا،

(سورۂ نساء پ ۵ رکوع ۱۲)

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت بلند بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر بیٹھنے والوں کے اجر عظیم دیا ہے":

اس آیت نے واضح طور پر بتلادیا ہے کہ جان و مال سے جہاد کرنیوالوں کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو زبردست فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ایک اور جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔

"وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم"

ترجمہ:۔ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو

اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر کوئی شخص خود جہاد میں شرکت نہ کر سکے اور مجاہدین کی مالی امداد سامان جنگ مہیا کرتا رہے تو یہ بھی جہاد ہے، اللہ رب العزت کا کتنا بڑا احسان ہے کہ جو لوگ جہاد میں نہ جا سکیں ان کے لئے بھی راستہ کھول رکھے ہیں کہ وہ بھی جہاد میں شامل ہوئے بغیر جہاد کا اجر و ثواب حاصل کر سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال مر رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشعب فیہ عیینۃ من ماء عذبۃ فاعجبتہ فقال لو اعتزلت الناس فاقمت فی ھذا الشعب فذکر ذالك لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لاتفعل فان مقام احدکم فی سبیل اللہ افضل من صلوٰتہ فی بیتہ سبعین عامًا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ویدخلکم الجنۃ اغزوا فی سبیل اللہ من قاتل فی سبیل فواق ناقۃ وجبت لہ الجنۃ۔ (ترمذی)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ایک پہاڑی درہ میں ایک چشمہ پر پہنچے، چشمہ میٹھا اور صاف دیکھ کر ان کو پسند آیا اور دل میں کہا کہ یہ جگہ عبادت کے لئے بہت اچھی ہے میں لوگوں سے الگ ہو کر یہیں قیام کر لوں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس خیال کا ذکر آپ سے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو اس لئے کہ ایک شخص کا اللہ کے راستہ جہاد میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں رہ کر ستر سال کی نماز سے بہتر ہے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں جنت میں داخل کرے جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو شخص اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر بھی جہاد کرتا ہے اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے:

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ والذی نفس محمدٍ بیدہ لغدوۃ اوروحۃ فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و ما فیھا و لمقام احدکم فی الصف خیر من صلوٰتہ ستین سنۃ: (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اللہ کے راستہ جہاد میں ایک مرتبہ صبح یا شام کو نکلنا ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے اور ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا گھر میں رہ کر ساٹھ برس کی نمازوں سے بہتر ہے:

دعن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابواب الجنۃ

تحت ظلال السیوف، فقام رجل ورث الهیئة فقال یا ابا موسیٰ انت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھذا قال نعم فرجع الی اصحابه فقال اقرأ علیکم السلام ثم کسر جفن سیفه فالقاہ ثم مشی بسیفه الی العدو فضرب به حتی قتل (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں یہ سنکر ایک خستہ حال آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابوموسیٰ! آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں، یہ شخص فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور ان کو آخری سلام کیا اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینکدی ننگی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑا اور مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔

وعن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحة خیر من الدنیا و ما فیها۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صبح کو اللہ کی راہ میں اور ایک شام کو اللہ کی راہ میں (جہاد) نکلنا ساری دنیا اور اس کی تمام دولتوں اور نعمتوں سے بہتر ہے۔

ان چند آیات واحادیث کے علاوہ بے شمار آیات واحادیث ہیں جس میں جہاد کے فضائل و برکات جابجا مذکور ہیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی جہاد میں شرکت کرے خواہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ہی تو اس کی برکات کا وہ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریگا۔

جہاد کو چھوڑنے کی وعید اور دنیا میں اس کا وبال

قرآن وحدیث میں جہاں جہاد کے بے شمار فضائل، برکات، اہمیت اور ثواب مذکور ہے وہیں ایسے شخص کے بارے میں سخت ترین وعیدیں بھی مذکور ہیں جو کہ جہاد کو چھوڑ دے اور اس کا نہ ارادہ کرے اور نہ کبھی اس کی نیت کرے ایسے افراد کے بارے میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:۔

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من النفاق (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے دل میں جہاد کا ارادہ کیا وہ ایک قسم کے نفاق پر مریگا۔

"وعن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من یغز او یجھز غازیا او یخلف غازیا فی اھلہ بخیر اصابہ اللہ بقارعة قبل یوم القیامة: (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد دیا، اور نہ کبھی کسی مجاہد فی سبیل اللہ کی یہ خدمت انجام دی کہ اس کے اہل وعیال کی نگرانی بلا کسی غرض دنیوی کے پوری طرح کی، تو قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل فرمائیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ کسی نہ کسی طرح جہاد میں حصہ ضرور لے اگر میدانِ جہاد میں لڑنے کی طاقت و قدرت نہ ہو تو جہاد میں برسرپیکار مجاہدین کی امداد کرے اور ان مجاہدین کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مدد دے، اور اگر کوئی شخص ان چیزوں کی طاقت و قدرت نہ رکھے تو جو مجاہدین اللہ کے راستہ میں لڑ رہے ہیں ان کے اہل وعیال کی خدمت کرے اور ان کی نگرانی کرے جو کہ بلا کسی دنیاوی اغراض کے ہو۔

"وعن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لقی اللہ بغیر اثر من جھاد لقی اللہ وفیہ ثلمة (رواہ الترمذی وابن ماجة)

ترجمہ:- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے بدن پر کوئی نشان جہاد کا نہ ہو تو وہ ایک طرح کے عیب کے ساتھ اللہ سے ملے گا"

اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت اسلام ہے دنیا میں سب سے زیادہ مقدس ترین ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے آپ کو بھی اس دین کے لئے طرح طرح تکلیفیں اٹھانی پڑیں آپ سے پہلے جو انبیاء گذرے آپ کے صحابہ جو ایک سے بڑھکر ایک خدا کو پیارا تھا لیکن ان سب کو اس راستہ میں تکلیفیں پیش آئیں۔ ان سب نے تکلیفیں برداشت کیں لیکن اسلام کے اندر کمی آنے کو برداشت نہیں کیا اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم کو اسلام جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے یہ نعمت ایک ایسی عظیم نعمت ہے جو ناقدروں کو نصیب نہیں ہوتی نصیب ہونے کے بعد بھی اگر ناقدری کیجائے تو اس کے چھن جانے کا ڈر ہے، اسی دین کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لہولہان تک کیا گیا، آپ کی پنڈلیاں زخمی ہوئیں۔ آپ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، صحابۂ کرام سخت ترین تکالیف میں مبتلا کئے گئے، اتنی تکالیف اتنی مقدس ہستیوں کو دی گئیں انھوں نے برداشت کیا لیکن دین کی کمی کو برداشت نہیں کیا۔

دین کا محافظ جہاد ہے آج جدید انسان، ترقی یافتہ انسان، اور نئے انداز سے سوچنے والا

انسان ہر چیز کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھتا ہے جو چیز تجربہ سے ثابت ہو جائے اس کو مانتا ہے اور جو چیز تجربہ سے ثابت نہیں اس کو رد کر دیتا ہے آج اس تجربہ کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اور جہاد کے فضائل، اہمیت، فرضیت سے صرف نظر کرکے صرف تجربہ کی بنیاد پر ایک چیز دیکھی جائے، کہ جس قوم، جس ملک جس خطہ میں جہاد تھا وہ قوم وہ ملک وہ خطہ زندہ تھا باعزت تھا اور جس کنارے اور جس خطے سے جہاد نکل گیا وہ یا کم ہو گیا یا وہ خطہ زوال پذیر ہوا اور جس خطہ سے جہاد بالکل نکل گیا وہ خطہ مٹ کر رہ گیا، یہ بیت المقدس جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے زور فخر سے فتح کر لیا تھا آج پورا عالم عرب ان کی نیندیں حرام ہیں وہ اسرائیل سے خوفزدہ ہیں صرف اس لئے خوفزدہ ہیں کہ ان کے اندر قربانی کا جذبہ نہیں رہا، دولت کے لحاظ سے اس خطۂ عرب کو دیکھا جائے تو یہ اپنی نظیر آپ ہے افرادی قوت میں ان کو اسرائیل کے مقابلہ میں زبردست برتری حاصل ہے، بظاہر کسی چیز میں کمی محسوس نہیں ہوتی لیکن درحقیقت ایک ایسی چیز کی کمی ہے جو تمام مادی قوتوں پر بھاری ہے اور وہ ہے قربانی کا جذبہ۔ جہاد کا جذبہ، جس دن یہ جذبہ بیدار ہو گیا انشاء اللہ اس دن تمام تابوتی طاقتیں مسلمانوں کے آگے سرنگوں ہو کر رہ جائیں گی۔

جب فصل کٹتی ہے تو اس کے اندر بیشمار دانے ہوتے ہیں جب وہ بوئے جاتے ہیں تو اس ایک فصل سے کتنی فصلیں تیار ہوتی ہیں لیکن جب فصل کٹتی نہیں ہے تو وہ کبھی دوبارہ پنپ نہیں سکتی۔

آج ہم تاریخ کے جس دور سے گذر رہے ہیں یہ بڑا نازک زمانہ ہے اس وقت ہر طرف سے اسلام پر حملہ ہو رہے ہیں عسکری حملہ بھی ہو رہے نظریاتی حملہ بھی ہو رہے ہیں اسلام کی حفاظت کیلئے اور ان حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں اپنے اندر قربانی کا جذبہ بیدار کرنا ہو گا جذبۂ جہاد کو ابھارنا ہو گا جس دن اس مسلم قوم کے اندر یہ جذبہ بیدار ہو گیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت ان کا راستہ نہیں روک سکتی اس کی زندہ مثال جہادِ افغانستان ہے اس قوم نے محض اللہ کے لئے اسلام کی سربلندی کے لئے روس جیسی طاقت سے نکلی ان نہتے مجاہدین نے زرہ بکتر اور اسلحہ سے لیس روسی کافروں کو یہ سبق سکھا دیا کہ ہم مسلمان جب اللہ کے راستہ میں نکلتے ہیں تو سپر پاور طاقتیں بھی ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتی ہیں انہوں نے پوری دنیا کو یہ باور کرا دیا کہ آج اس ایٹمی دور میں بھی اگر مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر اللہ کے راستہ میں لڑنے کے لئے میدان میں آجائے تو بڑی سے بڑی تابوتی طاقتوں کے رخ پھیر سکتا ہے جہاد افغانستان اب شاید اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکا ہے جو انشاء اللہ فتح مبین کی صورت میں اختتام پذیر ہو گا سب حضرات کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ جہاد میں کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لیں کچھ پتہ نہیں بعد میں یہ سنہری موقع ہاتھ آئے یا نہیں ایک طویل عرصہ بعد جہاد کا یہ موقع ملا ہے اگر اس وقت بھی اس موقع کو گنوا دیا تو یہ بہت بڑا نقصان ہے اور اتنی عظیم الشان عبادت سے محرومی ہے جن کے فضائل پیچھے بیان ہوئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد میں عملی حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

مولانا محمد ولی رازی

ہندوؤں اور سکھوں کی نعتیہ شاعری

ورفعنا لک ذکرک

اور (اے رسول) ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا (قرآن کریم)

اللہ کے اسم سے کہ عام رحم والا۔ کمال رحم والا ہے۔ لفظ نعت عربی زبان کے ایک ایسے باثر خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کی رسائی بادشاہوں کے درباروں، حاکموں کے محلات اور علماء و اولیاء کی مجلسوں تک بہت پرانی ہے۔ صدیوں پرانی۔ اس خاندان کے بزرگ کا نام "قصیدہ" ہے۔ بادشاہ۔ راجے مہاراجے ان سے ہمیشہ خوش رہے۔ اس خاندان کے دوسرے افراد مثلاً مدح۔ منقبت اور مرثیہ بھی بڑے لوگوں کی سرپرستی میں تھے۔ برسرِ روزگار تھے۔ خوشحال اور مطمئن تھے اس باعزت خاندان میں صرف لفظ "نعت" ہی بے چارہ بے اعتنائی اور کسمپرسی کا شکار تھا۔ اس کے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں تھا۔ یتیمی کی زندگی گذار رہا تھا۔ پھر ایک عظیم انقلاب آیا۔ اندھیرے روشنیوں سے بدلے۔ جہل و گمراہی۔ علم و حکمت میں تبدیل ہوئی۔ محرومیاں خوش بختی بنیں۔ ویرانیاں آباد ہوئیں۔ ایک یتیم آیا اور سب کے سروں کا سایہ بن گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ انقلاب ہر گوشۂ زندگی میں آیا۔ الفاظ کی دنیا بھی زیر و زبر ہوئی۔ مردہ اور بے جان لفظ زندہ جاوید ہو گئے اور بڑے بڑے قد آور الفاظ بونے اور ٹھگنے ہو گئے۔ آپ سے ادنیٰ نسبت کی وجہ سے جس طرح انسان ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے مقام پر فائز ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح الفاظ کی دنیا میں بھی گمنام اور بے جان الفاظ۔ حدیث، سنت۔ صلوٰۃ اور سلام کے مقام رفعت و تقدس پر جا پہونچے۔ جس طرح انسانوں کی دنیا میں آپ سے منہ موڑ کر ابوجہل و ابولہب

اور ولید و عقبہ ہمیشہ کے لئے بے عزتی اور رسوائی کے گڑھے میں جا گرے ۔ اسی طرح الفاظ کی دنیا کے بڑے بڑے سردار فخر و تکبر، ربوا و قمار، اور خمر و میسر آپ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مغضوب اور حرام بن گئے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

لفظِ نعت کے دن بھی پھرے ۔ اس کا نصیبہ بھی جاگا ۔ تقدیر نے اُسے اُس ذاتِ گرامی کی نسبت عطا کی جس کا نام ہی محمد، یعنی تعریف کیا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ نسبت ملی تو دنیا ہی بدل گئی ۔ خاندان کے بزرگ قصیدہ ۔ مدح ۔ منقبت وغیرہ بھی " نعت " کی اس خوش بختی کو دیکھکر شرم سے سر جھکانے لگے نعت کو جو مرتبہ ملا ۔ کوئی دوسرا اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا ۔ دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے تمام مرد و عورت اور چھوٹے بڑے سب ہی اس کے دائرہ عقیدت میں آ گئے ۔ اُسے صرف اپنوں ہی نے سر پر نہیں بٹھایا بلکہ غیروں نے بھی اس کو اپنانے میں اپنی سعادت محسوس کی ۔ یہ بات ابھی برجستہ شعر میں ڈھل گئی ہے ؎

اب لفظ نعت کو بھی مقدر پہ ناز ہے　　　تقدیر سے ملی ہے اسے نسبت رسولؐ کی

ایسا ہونا ہی تھا ۔ ایسا نہ ہونا ممکن نہیں تھا ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ قرآنِ حکیم کا وہ جملہ جو میری اس تحریر کا عنوان ہے وہ رب العٰلمین کا اپنے محبوب سے وعدہ ہے ۔ اس جملے کو ایک بار پھر پڑھئے ۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔　　　اور (اے رسولؐ) ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا ۔

یوں نہیں کہا کہ ہم تمہارے ذکر کو بلند کریں گے ۔ جیسا کہ عام وعدے مستقبل کے صیغے میں کئے جاتے ہیں بلکہ یہ وعدہ ماضی کے صیغے میں کیا گیا ۔ یعنی وعدہ اس طرح ہوا کہ وہ رسولؐ کے کانوں تک پہنچنے سے پہلے پورا کر دیا گیا ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر یہ وعدہ اُن کی ذات کے لئے نہیں تھا ۔ ہوتا بھی کیسے ؟ وہ خود اپنی ذات کے لئے نہیں تھے عالمین کے لئے تھے ۔ اپنوں کے لئے تھے ۔ غیروں کے لئے تھے ۔ پچھلوں کے لئے تھے ۔ اگلوں کے لئے تھے صلی اللہ علیہ وسلم ۔

یہ کیسے ہوتا کہ آپؐ کا ذکر تو بلند کیا جاتا اور آپ کا ذکر کرنے والا نظر انداز کر دیا جاتا ۔ نہیں نہ یہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا ۔ جس کسی نے آپ کا ذکر محبت سے کیا ہو ۔ خلوص سے کیا ہو ۔ عقیدت اور عظمت کے ساتھ کیا ہو وہ جانا نہ گیا ہو ۔ پہچانا نہ گیا ہو ۔ اس کی عزت نہ ہوئی ہو ۔ اس کا مقام پہلے سے اونچا نہ ہوا ہو ۔ مجھے تو ایسی ایک مثال بھی یاد نہیں ۔ پھر لفظ نعت کو جو مرتبہ ملا وہ ملنا ہی تھا ۔

صلی اللہ علیہ وسلم

" نورِ سخن " اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے ۔ یہ غیر مسلموں کی کہی ہوئی نعتوں کا ایک معیاری مجموعہ ہے ۔ نور احمد میرٹھی نے اسے کس جانفشانی، کس محنت اور کس لگن سے ترتیب دیا ہے اس کا

اندازہ کتاب دیکھے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ میرے لئے چند ہفتوں پہلے یہ ایک دُور سے سنا ہوا نام تھا ۔ اب اس نام سے اپنے قلب میں محبّت محسوس کرتا ہوں ۔ میں اور برادر عزیز مولانا محمد تقی عثمانی ظہر کی نماز کے لئے مسجد جانے کے لئے باہر نکلے تو نور احمد میرٹھی سامنے کھڑے تھے ۔ امام اللہ اکبر کی گواہی دے چکا تھا ۔ میں جلدی میں تھا ۔ وہ آگے بڑھے ۔ نورِ سخن کی خوبصورت جلد ہاتھوں میں تھمادی ۔ شائستگی سے فرمایا ۔ آپ اپنی رائے لکھدیں ۔ اُن سے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کر سکا ۔ کتاب ہاتھ میں لے کر مسجد میں چلا گیا اچھا ہوتا کہ وہ اور کسی وقت ملے ہوتے کہ ان سے باتیں کرنے کی خلش جو دل میں رہ گئی ہے وہ نہ رہتی ۔ اُن کے اس کام کے پیچھے سرکارؐ کی محبت تو نمایاں ہے ہی لیکن انہوں نے نعتیہ ادب کو یہ کتاب دے کر اُردو کے نعتیہ ادب کے ایوان کو سجادیا ہے ۔ اس کا انعام تو اُنہیں دربارِ رسالت سے ہی ملیگا ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مسلموں کی نعتیں پہلے بھی نظر سے گذریں ۔ مختلف رسالوں میں ، کتابوں میں ۔ مگر بہت کم ۔ یہ تو نہیں کہتا کہ اردو میں یہ پہلا کام ہے ۔ مگر ہاں یہ قوّت سے کہتا ہوں کہ غیر مسلموں کی نعتوں کا ایسا معیاری ذخیرہ میں نے پہلے نہیں دیکھا ۔ پچھلے دس بیس سالوں میں نعتوں کے شاید سینکڑوں مجموعے چھپے ہوں گے ۔ اُن میں سے بعض پر میں نے اپنی رائے بھی لکھی ۔ مگر بہت عرصے کے بعد یہ پہلا مجموعہ ہے ۔ جسے دیکھکر دل خوش ہوا ۔ اور معیاری نعتیں پڑھنے کا موقع ملا ۔ اس میں ہندوؤں اور سکھوں کی نعتیں ہیں ۔ ان کے کہنے والے سب وہ لوگ ہیں جو اسلام سے ۔ اسلامی تعلیمات سے بہت دُور ہیں ۔ مگر کلام کا نمونہ دیکھکر آپ خود بھی محسوس کریں گے کہ ان نعتوں میں ہمیں حکمت کے موتی ملتے ہیں ۔ علم و حکمت مسلمانوں کی گم شدہ نہ سہی مگر نظر انداز کی ہوئی دولت ہے ۔ یہ ہمیں جہاں سے بھی ملے لینی چاہیئے ۔ اب کلام کا نمونہ دیکھئے ۔ اس میں بعض اشعار تو ایسے ہیں کہ وہ حبِّ رسول کے اُس رنگ میں بھیگے ہوئے ہیں جو اگر مسلمان دل کو نصیب ہو جائے تو اُسے کندن بنا دے ۔ زمیش نرائن سکسینہ گلشنؔ کے اس شعر میں یقین اور پختہ امید کی مہک کتنی واضح ہے ۔

میں حشر میں دیدوں گا ثبوت اپنے کہے	مجھ سا نہ گنہگار ، نبیؐ سا نہ سخی اور

اسی نعت میں ان کا دوسرا شعر یہ ہے ۔

خالی کوئی پلٹا ہی نہیں در سے نبیؐ کے	ہندو ہو مسلمان ہو ، سکھ ہو کہ کوئی اور

دشونا تھ پرشاد ماتھر کے سارے ہی شعر فکر انگیز ہیں ۔ صرف دو شعر سنیئے ۔

کشش اور جذب سے دنیا سمٹ کے خود ہی آئیگی	زبانِ نور میں پیغامِ رحمت لے کے آئے ہو
تمہیں تلوار اُٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہو گی	زمانہ خود جھکے گا ، ایسی طاقت لے کے آئے ہو

دتو رام کوثری کے یہ اشعار خاص کیفیت لئے ہوئے ہیں ۔

محشر میں دی فرشتوں نے داور کو یہ خبر
ہندو ہے ایک احمدِ مرسل کا مدح گر
ہے بت پرست اگرچہ وہ لیکن ہے نعت گو
احمدؐ کی نعت لکھتا ہے دنیا میں بیشتر
ہے نام دلو رام، تخلص ہے کوثری
لے جائیں اس کو خلد میں یا جانب سقر
سنتے ہی یہ ملائکہ سے اک انوکھی بات
فرمایا ذوالجلال نے جنت ہے اس کا گھر

اللہ اکبر احمدِ مرسل کا یہ لحاظ
کی حق نے لطف کی سگِ دنیا پہ بھی نظر

رتن سنگھ کلیم کرتارپوری نے کس احتیاط اور نزاکت سے مدحِ رسول کو اُلوہیت کی سرحدوں میں داخل ہونے سے روکا ہے۔ کہتے ہیں۔

عقل ادب سرشت کو کچھ سوجھتا نہیں
اے عشق تو بتا کہ محمدؐ کو کیا کہوں؟
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
امیدوار لطف ہوں میں اور کیا کہوں؟

کالیکا پرشاد کے یہ جذبات کتنے بے ساختہ ہیں!

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پہ مرے لادے
کونین کی دولت میرے دامن میں چھپا دے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلینِ محمدؐ کو وہ آنکھوں سے لگا لے

بابا افضل کاشیؒ کا یہ فارسی شعر کتنا بلیغ ہے۔

دل برلب دریائے شفاعت بستم
زاں روئے رواں میکنم از دیدہ دردد

امرچند قیس جالندھری کے یہ اشعار مسیح کے اظہار کا اچھا نمونہ ہیں۔

وہ علم و عرفان کا مدینہ خزینۂ راز اس کا سینہ
وہ پیکرِ نورِ سرمدی ہے وہ حسنِ خلقِ عظیم بھی ہے
اٹھائیں جن سے اذیتیں پھر انہی کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں یہ شانِ حلم بھی ہے اور ایسا کوئی حلیم بھی ہے

ان کا یہ شعر غور سے پڑھئے۔

جناب موسیٰ کلیم تھے اور میں بھی مانتا ہوں کلیم ان کو
مرے پیغمبرؐ کا ہے یہ رتبہ جلیس بھی ہے کلیم بھی ہے

چند اشعار بلا تبصرہ:-

لالہ لال چند فلک:-

خوابِ غفلت میں پڑے سوتے تھے مکی مدنی
لب اعجاز سے قم کہہ کے اٹھایا تو نے

پنڈت چرن جی لال فانی۔

برملا کہتا محمد کو خدا
میں ہوں پابندِ شریعت کیا کروں

عرش ملسیانی بالمکند:

دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
کر اکتساب نور اسی آفتاب سے

منشی رانجھا عاشق :

اعمال نامے خلق کے ہاتھوں میں ہوں تو ہوں
تھامے ہوئے رہوں گا میں دامانِ مصطفےٰ

عاشق پربھو دیال کی ایک خوبصورت مخمس نعت اس مجموعے میں شامل ہے اس کا ایک شعر ہے

عارضِ احمد کو میں سورج سے کیا تشبیہ دوں
یاں تو سورج میں نہیں کچھ بھی تمازت کے سوا

چاند بہاری لال صبا نے کتنی سچی بات کہی ہے ۔

خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہوتا تمہارا یا رسول اللہ

سالک رام سالک کے دو شعر سنیئے ۔

ہے تنگ بہت تیرگیٔ جہل سے مولا
کس طرح رہے ہند میں شیدائے مدینہ

سرمہ کی طرح آنکھوں میں سالک میں لگاؤں
ہاتھ آئے جو خاکِ درِ مولائے مدینہ

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کے نعتیہ اشعار پہلے بھی کئی بار نظر سے گذرے ۔ اُن کے یہ شعر ملاحظہ کیجئے ۔

ہے مرتبہ حضور کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا ہی کو عزت رسول ؐ کی

انسانیت، محبتِ باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسول ؐ کی

اس مجموعے میں اور بہت سے اشعار ہیں جو ہاتھ بڑھا کر دامنِ توجہ تھامتے نظر آتے ہیں، طوالت کی وجہ سے بس کرتا ہوں ۔ میرے والد ماجد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کسی ہندو شاعر کا یہ قطعہ اکثر سنایا کرتے تھے ۔ شاعر کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا ۔ قطعہ اپنے اچھوتے پن کی وجہ سے یاد رہ گیا ہے ۔ نعتیہ نہیں ہے بلکہ حضرت علیؓ سے ایک سوال اور ان کے حکیمانہ جواب پر مشتمل ہے ۔

اک روز مرتضیٰ سے کسی نے یہ عرض کی
اے نائبِ رسولِ امین، دام ظلکم

بوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانے میں چین تھا
عثمانؓ کے زمانے میں لبریز تھا یہ خم

کیوں آپ ہی کے عہد میں جھگڑے یہ پڑ گئے
میری تو عقل ہو گئی اس مسئلے میں گم

کہنے لگے یہ بات کوئی پوچھنے کی ہے
اُن کے مشیر ہم تھے، ہمارے مشیر تم

اس کے علاوہ اس مجموعے میں اور بھی بہت سے اشعار ہیں ۔ جو اپنی فکر انگیزی اور اظہار و بیان کی خوبیوں سے پُر ہیں ۔ کہاں تک نقل کروں ۔ اسی پر بس کیجئے ۔ اب ایک بات بہت ضروری ہے وہ کہے بغیر نہیں رہوں گا ۔ ان اشعار کو پڑھکر بہت سے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں کئی شبہے سر اُبھاریں گے ۔ کیا جو لوگ حضور سے محبت رکھتے ہیں ۔ آخرت میں شفاعت کی امید لگائے ہوئے ہیں انہیں اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں ۔ کیا ایسے لوگ مشرک ہیں ؟ وہ مومن نہیں ہیں ؟ بالکل صاف ستھرا جواب ہے ۔ ہاں وہ مومن نہیں ہیں ۔ بتوں کی پرستش کرتے ہیں ۔ توحید کے قائل نہیں ہیں اور قرآن کریم کا دو ٹوک اعلان ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ

بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرے گا کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا (گناہ) اُس کے علاوہ جس کے وہ چاہے۔

سب گناہ معاف ہو جائیں گے شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں ہوگا جب تک کہ شرک سے توبہ کر کے پورا پورا اسلام میں داخل نہ ہو۔ اس لئے شرک کے ساتھ آخرت میں شفاعت کی اُمید رکھنا اُمید باطل ہے پھر اگر حضور سے محبت کا دعویٰ ہے تو ان کی محبت کا سب سے پہلا مطالبہ شرک سے توبہ کرنا ہے۔ کیونکہ جتنی نفرت انہیں شرک سے تھی اتنی کسی چیز سے نہیں تھی۔ دراصل بات دوسری ہے وہ حضور اکرمؐ کو اوتار مان کر ان سے شفاعت کی امید لگاتے ہیں۔ اس کا غلط ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

ہاں ہندوؤں کا یہ کلام پاکیزہ ہے۔ اگرچہ اس کے پیچھے توحید کی روشنی نہیں ہے۔ لیکن اُن کا یہ کلام اس بات کی کتنی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اُن کی تعلیمات اور ان کے بے مثال خلق نے اپنوں اور غیروں کو کیسے اپنا بنایا؟ صلی اللہ علیہ وسلم

میرا ارادہ صرف چند سطور لکھنے کا تھا۔ لیکن کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد نور احمد میرٹھی صاحب کی اس محنت شاقہ کے ساتھ بے انصافی ہوتی اگر میں اپنے تاثرات کے اظہار میں بخل کرتا۔

اگر بہت غیر معمولی طور پر مصروف نہ ہوتا تو دل چاہتا تھا کہ نعت گوئی کے موضوع پر تفصیل سے کچھ عرض کروں کیونکہ اس سلسلے میں ہمارے یہاں بہت سے نشیب و فراز پائے جاتے ہیں۔ نعت اپنے موضوع (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نسبت کی وجہ سے بہت ہی نازک اور مشکل صنف ہو جاتی ہے جس کا حق ہم میں سے بیشتر ادا نہیں کر پاتے۔ اس کا دوسرا حصہ بھی جلد منظر عام پر آنے والا ہے ابھی سے انتظار لگ گیا ہے بہرحال اس کام کے لئے نور احمد میرٹھی۔ تمام مسلمانوں کی مبارکباد اور ہمت افزائی کے مستحق ہیں۔ وہ نعتیہ اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آخر میں وہ بات یاد آئی جو پہلے کہنے کی تھی۔ اس مجموعے میں شامل بیاس جی کا ایک ترجمہ تلسی داس بھا کا زبان میں دیا گیا ہے۔ اس میں دید اور پرنت کی عبارتوں کے حوالے سے سرکار دو عالمؐ کے متعلق کچھ پیشگوئیوں کا تذکرہ ہے۔ اس پر اگر کوئی صاحب مجھے تفصیلات مہیا کر سکیں تو میں بہت ہی ممنون ہوں گا۔

محمد ولی رازی
۴۳۷۔ بی۔ اشرف منزل گارڈن ایسٹ
کراچی ۵

اہل تحقیق کے نزدیک صوفیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کثرت طاعات اور کثرت اخلاص کے سبب خداوند تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے - اور خداوند تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے اس کے قریب ہو جاتا ہے تو اس مقام پر بندہ خدا کا انتہائی قرب حاصل کرتا ہے اور اسی قرب کو اصطلاح میں ولایت کہتے ہیں[1] - اسی طرح جو خرق عادت[2] امور اولیاء اللہ کے ہاتھوں پر ان کی تشریف وتکریم کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں - ان کو کرامات کہتے ہیں - بغیر متقی اور صالح کے کرامات کا صدور محال ہے - جہاں تقویٰ زیادہ ہوگا - وہاں کرامت وفضیلت بھی زیادہ ہوگی[3]

مسلسل ریاضات ومجاہدات کے بعد جب انسان کا باطن صاف اور قلب اللہ کے نور سے معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے - تو پھر اس کے کانوں میں ہر وقت صرف آیات اللہ کی صدا گونجتی رہتی ہے اس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل کے نظارہ میں مشغول ہوتی ہیں اور زبان پر ہر دم اللہ تعالیٰ کی ثنا وتعریف جاری رہتی ہے - حتیٰ کہ اس کی تمام ذہنی اور جسمانی قوت خدا کی خدمت وطاعت

---

[1] سر دلبران - ص ۲۲۲ - از شاہ محمد ذوقی (ii) وایضاً کشف المحجوب ص ۲۶۰ (iii) وایضاً المعالی ص ۵،۵

[2] خرق عادت تصوف کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ صوفی جو بات کرتا ہے - اسی طرح کام ہونے لگتا ہے اگر انبیاءؑ کے ہاتھوں خرق عادت سرزد ہو جائیں تو معجزات کہلاتے ہیں اور اگر غیروں کے ہاتھوں سرزد ہو جائیں تو سحر، جادو واستدراج کہلاتے ہیں

[3] تعرف ص ۱۱۵ - از امام ابوبکر کلاباذی -

کیلئے وقف ہوجاتی ہیں اس کے بعد خداوتعالیٰ بھی اپنے فضل واحسان سے اپنے بندے کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے اور جہالت وضلالت کی تمام آلائشوں سے پاک کرکے اپنے نور ہدایت سے منور کرلیتا ہے اور اس طرح اس کو خدا کے ولی، دوست اور حبیب و محبوب ہونے کا بلند مرتبہ نصیب ہوجاتا ہے۔ له

ولایت ایک دولت عظمیٰ انسانیت کی معراج، سکون واطمینان کا ذریعہ اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت ہے۔ اولیاء اللہ کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں تو وہ خوفزدہ نہیں ہوتے اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوتے ہیں وہ غمزدہ نہیں ہوتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ الذین امنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمت اللہ۔ ذلک ھو الفوز العظیم۔ ٢ه

ترجمہ:- جان لو کہ اولیاء اللہ کو نہ خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے ان کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت ہے خدا کی باتوں کو کوئی نہیں تبدیل کرسکتا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

جس طرح تمام بندوں میں انبیاء کرام خدا کے محبوب و مقرب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر نبی کی امت میں بعض لوگ روحانی اور ایمانی کمالات کے سبب بارگاہ خداوندی میں مقبول و باریاب ہوجاتے ہیں ان کی علمی اور عملی حالت امت کے دیگر افراد سے ممتاز ہوتی ہے اور انہیں کے دم سے یہ دنیا باوجود اس کثرت معصیت کے قائم و برقرار ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اولیاء اللہ کا وجود حق ہے اور ایسے باکمال اور پاکیزہ نفوس ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ ٣ه

لفظ ولی قرب کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور دوست و حبیب کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے شارح فقہ اکبر ملا علی قاری (المتوفی ١٠١٤ھ) ولی کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

الولی ھو القریب فی اللغۃ فاذا کان العبد قریبا من حضرۃ اللہ بسبب

له (i) تفسیر سورۃ بقرہ ۲ - ۲۲۲ - (ii) سورۃ اعراف: ۷: ۱۹۶ (iii) سورۃ مائدہ: ۵: ۵۵ (iv) سورۃ محمد: ۴۷: ۱۱

٢ه سورۃ یونس آیت ۶۲ - ۶۴ ٣ه المعالی شرح امالی ص ۵،۵ ٤ه شارح ملا علی قاری کا اصل نام علی بن سلطان محمد ہروی قاری ہے۔ آپ کی ولادت ہرات میں ہوئی۔ مکہ معظمہ میں جاکر تحصیل علوم کیں۔ اور وہیں سکونت اختیار کی، علوم شرعیہ میں کثرت سے تصانیف لکھیں۔ آپ کے شرح فقہ اکبر کے تین قلمی نسخے اس وقت اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہیں۔ غالباً کوئی اہم اور معرکۃ الآراء شرعی مسئلہ ایسا نہیں ہوگا۔ جس پر آپ نے مستقل کتاب یا رسالے کی شکل میں اس کے مالہ وماعلیہ پر مفصل محققانہ بحث نہ لکھی ہو۔ ١٠١٤ھ میں بمقام مکہ معظمہ آپ کا انتقال ہوا۔ (ماخوذ لباب المعارف العلمیہ ص ۴۳ - از مولوی عبدالرحیم اسلامیہ کالج پشاور)

كثرة الطاعات وكثرة اخلاصه وكان الرب قريبًا منه برحمته وفضله واحسانه ۔ فهناك حصلت الولاية ۔[1]

ترجمہ:۔ ولی قرب کے معنی میں ہے ۔ پس جب بندہ کثرت طاعات اور کثرت اخلاص کے سبب خدا کے قریب ہوجاتا ہے اور خدا اپنے فضل، رحمت اور احسان سے اس کے قریب ہوجاتا ہے ۔ پس اس مقام پر ولایت حاصل ہوجاتی ہے ۔

شرح عقائد میں ولی کی تعریف کے متعلق لکھا گیا ہے ۔

الولی ھو العارف باللہ تعالیٰ و بصفاتہٖ ۔ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات ۔[2]

ترجمہ:۔ ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں حتی الامکان معرفت رکھتا ہو ۔ طاعات الٰہی میں مستغرق گناہوں سے مجتنب اور شہوات و لذات سے بیزار ہو ۔

کتاب الاسلام میں ولی کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے ۔

ھوالذی یکون فی وجھه حیاء وفی عینه بکاء وفی قلبه صفا وفی لسانه ثناء وفی یدہٖ عطاء وفی وعدۃ وفاء فی کلامه شفا ۔[3]

ترجمہ:۔ ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیا، آنکھوں میں گریہ، دل میں پاکی، زبان پر تعریف وثنا، ہاتھوں میں بخشش و عطا وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو ۔

مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ولی خدا کو بہت قریب و محبوب ہوتا ہے اور اس کے ہاں اس کو بہت کرامت و عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر کرامات ظاہر کرتا ہے ۔ اگرچہ ان بندگانِ خدا کا اصل کمال کرامت معنوی یعنی کتاب و سنت کا اتباع اور خلاف شرع سے اجتناب ہے ۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے کرامات حسی مثلاً پانی پر چلنا، حیوانات سے کلام کرنا، طی الارض یعنی ایک ساعت میں بہت سی مسافت طے کرنا، مخلوق کی فکروں اور اندیشوں سے خبر رکھنا ۔

کسی چیز کا بے موقع، بے محل اور بے وقت ظاہر ہونا اور اپنی یا دوسرے کی قبل از ظہور بات معلوم کرنا وغیرہ بھی عطا فرماتا ہے ۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ۔ اسی پر اجماع

---

[1] شرح فقہ اکبر بیان "الکرامات لاولیاء حق (قلمی) ورق ۶۲ مملوکہ اسلامیہ کالج پشاور لائبریری)

[2] شرح عقائد بیان کرامات الاولیاء حق ص ۹۱ ۔ از علامہ تفتازانی ۔

[3] کتاب الاسلام ص ۵۳۷ ۔ از مولانا نذیر الحق قادری ۔

ہے ۔ اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صوفیائے عظام کا اس پر اتفاق ہے اور عقائد و تصوف کی تمام مستند کتابوں میں یہ مسئلہ مفصل اور مدلل طور پر موجود ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ کرامات کا منکر سب احکام مخصوصہ اور علم عادی و ضروری کا منکر سمجھا جاتا ہے [۱]

علمائے حق فرماتے ہیں کہ کرامت اس امر کا نام ہے ۔ جو کسی نبی کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور عام قانون عادت سے خارج ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ کرامت کو خرق عادت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اگرچہ وہ چیز اصول قدرت کے خلاف نہیں ہوتی ۔ مگر اس کے اسباب ایسے دقیق اور مخفی ہوتے ہیں کہ منکرین خوارق کے علم و عقل سے خارج ہوتے ہیں ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں ۔

"معجزات و کرامات امور اسبابی ہیں، لیکن ان پر کمال غالب ہو گیا ہے اس وجہ سے وہ اور اسبابی امور سے ممتاز ہیں" [۲]

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کرامت کے لئے یہ شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہو ۔ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی بعض لوگ تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں ۔ اور عامل کے کمال کے معتقد بن جاتے ہیں مثلاً طلسمات ، شعبدات اور چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض آثار تو محض خیال ہوتے ہیں اور بعض جو واقعی ہوتے ہیں اسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں کرامت ان سب خرافات سے پاک اور منزہ ہے [۳]

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ) کرامت و استدراج کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

کہ وہ خوارق عادات امور جو گاہ بگاہ کسی بدکار ، گمراہ ، فاسق یا کافر مشرک اور مکذب انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ اگرچہ یہ خوارق بھی صورتاً ان خوارق کے مشابہ ہو سکتے ہیں ۔ جن کا نام ہم نے کرامت رکھا ہے لیکن سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک نجیب الطرفین تو مولود اور ایک ولد الزنا میں کہ بظاہر دونوں بچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں ۔ اور حسی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں ۔ مگر ان میں سے ایک بچہ فعل حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع کا ثمرہ ہے ۔ ہم پہلے کے تولد کو قابل مذمت اور دوسرے کی ولادت کو محمود اور موجب مسرت سمجھتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح جو خوارق عادات امور اتباع رسولؐ اور خدائے واحد کی پرستش کا نتیجہ ہوں ۔ وہ کرامات اولیا کہلاتی ہیں ۔ جن کے مبارک محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ اس کے برعکس جو خوارق اتباع شیطان، عبادات غیر اللہ اور فسق و فجور کے ثمرات ہوں ۔ ان کا نام " استدراج " اور تصرف

---

[۱] مکتوبات مجدد الف ثانی ۔ دفتر ا حصہ ۴ مکتوب ۲۶۶ [۲] تفہیمات الہیہ بحث کرامت ص ۲۸ ۔ از شاہ ولی اللہ دہلوی [۳] مقدمہ کرامات امدادیہ ۔ از تھانویؒ

شیطانی ہے [۱]

ولی کے ہاتھ پر جو کرامت ظاہر ہوتی ہے ۔ دراصل وہ اس ولی کا فعل اور تصرف نہیں بلکہ اللہ کا فعل و تصرف ہوتا ہے ۔ اس کا ظہور کسب سے ممکن نہیں ۔ بلکہ خدائی بخشش سے ہوتا ہے [۲]

بعض اولیاء نے کرامت کی قوت ایک خاص حد تک مقرر کردی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہیں ۔ جیسے بغیر والد کے اولاد کا پیدا ہونا ۔ یا کسی جماد کا حیوان بن جانا وغیرہ ۔ ان کا صدور کرامت کے ذریعے ممتنع قرار دیا ہے ۔ مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں ۔ کیونکہ وہ اللہ کا پیدا کیا ہوا فعل ہے ۔ صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہوگیا ہے اور اللہ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں ۔ تو پھر کرامت کیسے محدود ہو سکتی ہے البتہ جس خرقِ عادت امر کی نسبت نبی نے محال ہونے کی خبر دی ہو ۔ وہ بطور کرامت سرزد نہیں ہو سکتا [۳]

صوفیائے محققین نے اس بات کی بھی وضاحت کردی ہے کہ کرامت میں معجزے کیساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال اور نبی و غیر نبی میں امتیاز مشکل ہونے کا خیال قطعاً باطل ہے ۔ اس لئے کہ صدقِ مقال ولایت کی اولین شرط ہے ۔ اور دعویٰ مخالف کا ہو ۔ تو جھوٹ بولنے والا ولی نہیں ہوتا اور اگر ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ معجزے میں دخل دینے والا ہوگا اور معجزے میں دخل دینا کفر ہے اور کرامت بجز مومن کے کسی کو میسر نہیں ہوتی [۴]

حضرت مجدد الف ثانیؒ اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

معجزہ نبی مقرون بہ دعویٰ نبوت است وکرامت ولی ازین معنی خالی است بلکہ بہ اعتراف متابعت آن نبی فلا اشتباہ بین المعجزۃ والکرامۃ کما زعم المنکرون [۵]

ترجمہ :- نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ہوتا ہے اور ولی کی کرامت اس بات سے خالی ہے بلکہ اس نبی کی متابعت کے اعتراف سے (کرامت سرزد ہوتی ہے) پس معجزہ اور کرامت میں اشتباہ لازم نہیں آتا ۔ جیساکہ منکرین کرامت خیال کرتے ہیں ۔

علامہ ابن خلدون معجزہ اور کرامت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ معجزہ میں تحدی ہوتی ہے اور کرامت میں تحدی نہیں ہوتی [۶] آگے چلکر علامہ موصوف منکرین کرامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

" عقلی بحثوں کو بھی ایک طرف رکھیں تو مشاہدہ کو کہاں لے جائیں گے اور دیکھی بات کو کیسے جھٹلائیں گے ۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین سے کرامت صادر ہوئیں ۔ ہزارہا اولیاء اور صوفیاء سے کرامات کا ظہور ہوا ہے ۔ لہذا ان تمام مشاہدات کو کون غلط ثابت کرے گا ۔ اگر کوئی غلط بتاتا ہے تو یہ اس کی سراسر ہٹ دھرمی اور ضد ہے اور وہ انصاف کا خون کرتا ہے [۷]

---

[۱] معجزات انبیاء کرام ص ۱۳۰ - ۱۳۱ - از مولانا شبیر احمد عثمانی [۲] کشف المحجوب ص ۲۶۶ (۳) ایضاً معدن السرور ص ۲۱ از مولانا شمس الحق افغانی ۔
[۴] کرامات امدادیہ ص ۹ [۵] تعرف ص ۱۰۶ - ۱۰۷ [۵] مکتوبات دفتر اول حصہ ۴ ۔ مکتوب ۲۹۶ [۶] مقدمہ ابن خلدون ص ۲۵۱ اردو ترجمہ مولانا سعد حسن یوسفی [۷] ایضاً ص ۲۵۱ - ۲۵۲ ۔

پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی
کی علمی دنیا میں

مستند اور معیاری اسلامی اور ادبی کتب کا
لائقِ توجّہ ادارہ

عربی، اردو، فارسی، پشتو، گجراتی، کا ایسا ذخیرہ جو آپ کی علمی و عملی زندگی میں معاون ہو سکتا ہے۔

تشریف لائیے!

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲ کراچی مقابل مسجد اشرف اشرف ... ، فون:- ۴۶۸۱۱۲

باپردہ عورتوں کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اُسے شیطان تکنے لگتا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اُس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر رہتی ہے۔ (الترغیب والترھیب)

اِسلام نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر رہی رہیں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردے کا اہتمام کرے، خوشبو لگا کر نہ نکلے اور راستہ کے درمیان نہ چلے، نگاہیں نیچی رکھے، بن ٹھن کر نہ نکلے۔

شمسی کلاتھ اینڈ جنرل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳- ادریس چیمبرز - تالپور روڈ - کراچی ۲ فون- ۲۲۱۹۴۱- ۲۳۸۰۸۱

ڈاکٹر ابو الفتح محمد صغیر الدین صاحب
سابق چیئرمین شعبہ اسلامیات سندھ یونیورسٹی

جمہوریت اور اسلام

فاضل مقالہ نگار نے اس مضمون میں جمہوریت کے اسلام کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فکر انگیز انداز میں بحث کی ہے جو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے، اگر کوئی اور صاحب علم بھی اس موضوع پر علمی و تحقیقی انداز میں بحث کرنا چاہیں تو البلاغ کے صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

موقر روزنامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۸ء میں ایک مضمون چھپا تھا جس کا عنوان تھا "پوری دنیا میں جمہوریت کہیں نہیں ہے۔" یہ مضمون دراصل ایک انگریزی کتاب Authoritarianism Across the Culture نامی کتاب سے ماخوذ ہے۔ وزیر رانا صاحب نے اس کا ترجمہ اور تلخیص پیش کیا ہے۔ یہ مضمون ان حضرات کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو جمہوریت پر فدا ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ جب بھی کوئی نیا نظریہ سامنے آتا ہے یا کہیں سے درآمد ہوتا ہے تو ہم اس کو عین اسلام یا اسلام سے قریب ثابت کرنے کی کوششوں میں لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ میں اس امر کا جائزہ لینا چاہتا ہوں کہ جمہوریت اسلام کے مزاج سے کہاں تک مطابقت رکھتی ہے۔

جمہوریت کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ "عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے عوام کے لئے" اور اس کے ظاہری خد و خال یہ ہیں کہ ایک پارلیمنٹ تشکیل دی جاتی ہے جو انتخابات کے ذریعے وجود میں آتی ہے۔ اس میں تمام بالغ حضرات و خواتین کی رائے شامل ہوتی ہے۔ اس کے ارکان امیدوار بن کر رائے دہندوں کے سامنے آتے ہیں۔ اور جس نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہوں وہ کامیاب

قرار پاکر پارلیمنٹ کا رکن (ممبر) منتخب ہو جاتا ہے یہ پارلیمنٹ ایک خود مختار ادارہ ہے جس میں قانون سازی کثرت رائے سے ہوتی ہے اور اس کثرت رائے کے مطابق عمل کرنے پر سربراہ مملکت مجبور ہے اور سربراہ کی سربراہی بھی ارکان پارلیمنٹ کی اکثریت کی رہین منت ہوتی ہے ۔ یہ سربراہ اپنی رائے اور صوابدید سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا ۔ بلکہ ضرورت ہو یا نہ ہو ممبران سے مشورہ لینا ضروری ہوتا ہے جمہوری طرز حکومت کی اس ہیت ترکیبی کے پس منظر میں غالباً جو جذبات کارفرما ہیں وہ یہ ہیں ۔

(۱) انتظام مملکت کو کسی فرد واحد کی رائے پر نہیں چھوڑا جانا چاہیئے کیونکہ اگر ایک شخص کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہوں گے تو وہ آمر اور مطلق العنان حاکم بن جائے گا ۔ یہ خیال غالباً فرانسیسی مفکر Bertrand D Jovanal کے اس مقولہ یا مفروضہ پر مبنی ہے کہ

"کسی بھی قسم کا اختیار کسی ایک فرد کے ہاتھ میں مرتکز کر دینا انتہائی خطرناک ہے۔ اس بات کا قطعی امکان ہے کہ وہ اس اختیار کو عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے بجائے اپنی ذاتی اغراض کے لئے استعمال کرے گا۔"

(بنیادی حقوق ' از صلاح الدین مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور صہ ۲۳)

(۲) ایک شخص کی رائے میں غلطی ہو سکتی ہے اس لئے سربراہ کو ارکان کے مشورہ کا پابند بنانا چاہئے اور اس کو ممبران کی اکثریت کے فیصلہ اور مشورہ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے ۔

(۳) انسان آزاد پیدا ہوا ہے اس لئے اس کو کسی کا محکوم یا غلام نہیں ہونا چاہیئے ۔

(۴) سب انسان مساوی ہیں اس لئے ہر شخص کو اپنی رائے دینے کا حق ہے ۔

قبل اس کے کہ مندرجہ بالا امور سے بحث کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اسلام کے مزاج کا جائزہ لے لیا جائے ۔

ہم اپنی عبادتوں میں نماز کو دیکھیں کہ اس میں ایک امام سب کی امامت کرتا ہے اور تمام مقتدیوں کو اس کی اطاعت کرنا ہوتی ہے ۔ فرض کریں کہ امام بیٹھنے کے موقع پر کھڑا ہو جاتا ہے اس وقت مقتدیوں کو اس کی اجازت تو ہے کہ غلطی پر امام کو متنبہ کر دیں لیکن متنبّہ کرنے کے باوجود اگر امام کھڑا ہی ہو جائے تو مقتدیوں کو کھڑا ہی ہونا ہو گا ۔ اس کی اجازت نہیں کہ امام کی مخالفت کریں اور بیٹھے ہی رہیں ۔ یہاں تک کہ اگر خدانخواستہ امام ایسی غلطی کر بیٹھتا ہے کہ نماز ہی باطل یا فاسد ہو جائے اور بعد میں از سر نو لوٹانی ہی پڑے پھر بھی مقتدیوں کو اس کی اجازت نہیں کہ امام کی متابعت اور اقتداء سے الگ ہو جائیں ۔ بلکہ امام کے حرکات و سکنات کی پیروی کرنی ہے اس سے کم از کم دو باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ امام ایک ہے اور مقتدی بیشمار ہیں یہ کثیر تعداد

امام کو غلطی پر ٹوکتی ہے اور مشورہ دیتی ہے پھر بھی امام کے لئے لازمی نہیں کہ وہ اس کثیر تعداد کے مشورہ پر عمل کرے بلکہ یہ خود امام کے صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ جس طرح چاہے کرے مقتدیوں کو اطاعت ہی کرنی ہے۔ اسلام کا یہی مزاج ہر شعبۂ حیات پر حاوی ہے کہ ہر دارہ کا ایک سربراہ ہوگا اور تمام کام اُس کے صوابدید کے مطابق انجام پائیں گے گو مشورہ دینے والوں کی اکثریت کچھ بھی مشورہ دیتے رہے۔ اب جمہوریت کی بعض خصوصیات کا اور ان کے مقابلے میں اسلامی مزاج کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) جمہوریت میں سربراہ کا تقرر بالغ عوام کی رائے دہی کے ذریعے ہوتا ہے رائے دینے والوں کے لئے اہلیت کی کوئی شرط نہیں بجز اس کے کہ جو شخص ۱۸ سال یا ۲۱ سال کی عمر کا ہو جائے بس اُسے رائے دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ علم والے اور جاہل کی، عقل والے اور بے وقوفوں کی رائیں یکساں شمار ہوتی ہیں اس کے مقابلے میں خلفائے راشدین کے تقرر کے واقعات کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اُن میں سے کسی کا تقرر عام بالغ رائے دہی کے ذریعے نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کے تقرر میں صرف وہی حضرات شریک تھے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود تھے پوری مملکت کے بالغ افراد تو کجا خود مدینہ منورہ کے تمام بالغ افراد اس رائے دہی میں شریک نہیں تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب وہاں کے شرکائے مجلس نے ان کی خلافت پر اتفاق کرتے ہوئے بیعت کرلی تو وہ خلیفہ قرار دے گئے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض نے عوام سے بیعت لی اور یہ بعد والی بیعت انتخاب کی حیثیت نہیں رکھتی تھی بلکہ اس بیعت سے مقصود صرف عوام کا اظہار اطاعت تھا جیسا کہ ان کے اوّلین خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں گو میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں" یعنی میں حاکم بنایا جا چکا ہوں۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رض کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رض کو نامزد کرنا چاہا گو اس سلسلے میں قابل اعتماد حضرات سے مشورے بھی لئے۔ لبعضوں نے حضرت عمر رض کی سخت گیری کی وجہ سے اعتراض کیا لیکن آپ نے یہ جواب دیکر خاموش کر دیا۔ کہ چونکہ میں نرم ہوں اس لئے وہ سخت گیر ہیں۔ جب ان پر خلافت کی ذمہ داری آئے گی تو اُن کی سخت گیری باقی نہیں رہے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کی وفات کے بعد اب نامزد خلیفہ حضرت عمر رض نے عوام سے بیعت لی۔ یہ بیعت بھی صرف بیعت اطاعت تھی کیونکہ خلیفہ تو پہلے ہی مقرر کئے جا چکے تھے۔ پھر جب حضرت عمر رض زخمی ہوئے اور زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ تو انہوں نے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی چند ہدایات کے ساتھ مقرر کردی اس کمیٹی نے حضرت عثمان رض کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ اور اسی تقرر کے نتیجے میں حضرت عمر رض کی وفات کے بعد حضرت عثمان رض نے عوام سے بیعت اطاعت لی۔ اسی طرح حضرت عثمان رض کی

شہادت کے بعد حضرت علیؓ جو خلیفہ مقرر ہوئے تو مملکت اسلامیہ کے عام بالغ باشندوں کی رائے دہی کے ذریعے نہیں بلکہ صرف مدینہ ہی کے کچھ لوگوں نے ان کو خلیفہ منتخب کیا تھا اس کے بعد عوام سے بیعت لی۔ مختصر یہ کہ کسی خلیفہ راشد کا تقرر عام بالغ رائے دہی کے ذریعے نہیں ہوا اگر اس طریقہ کار کی کوئی دینی اہمیت ہوتی تو یقیناً یہ حضرات بھی ایسا ہی کرتے اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریت میں تو رائے دہی کی اہلیت کے لئے صرف بالغ ہونا کافی ہے لیکن اسلام میں رائے دہی کی اہلیت کے کچھ اور شرائط بھی ہیں۔ وہی لوگ رائے دینے کے اہل ہیں جو ارباب حل وعقد ہوں۔ ہر کس وناکس کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ رائے دینا صرف ان ہی اہل الرای حضرات کا حق ہے جو پیش آمدہ معاملات میں بصیرت رکھتے ہوں اور ان سے مشورہ لیا جائے تو مشورہ دیں۔

(۲) جمہوریت "جیو اور جینے دو" کے اصول پر کاربند ہے اس کے معنٰی یہ ہیں کہ خیر کے ساتھ شر کو حق کے ساتھ باطل کو، معروف کیساتھ منکر کو، عدل کے ساتھ ظلم کو، عصمت و پاکدامنی کیساتھ جنسی انارکی وا باحیت، ہم جنسی، جوا، شراب نوشی کو بھی جینے اور فروغ پانے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ جمہوری ممالک میں یہی ہو رہا ہے کہ ہر قسم کے منکرات فروغ پا رہے ہیں۔ لیکن اسلام تو حق کو بلند کرنے اور باطل کو مٹانے کا، منکر کو معروف سے تبدیل کرنے، ظلم کو ہٹانے اور عدل کے قیام کا حکم دیتا ہے پھر اسلام اور جمہوریت میں کس طرح نباہ ہو سکتا ہے؟

(۳) جمہوریت کے فوائد میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے عوام میں شرکت اقتدار کا احساس پیدا ہوتا ہے لیکن کیا شرکت اقتدار کے تصور کی گنجائش اسلام میں ہے؟ قرآن میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ لو کان فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا (اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا چند معبود ہوتے تو آسمان و زمین میں فساد پیدا ہو جاتا) چنانچہ اسی طرح ایک ہی وقت میں ایک سے زائد صاحب اقتدار کا ہونا مملکت میں فساد کا باعث ہوگا۔ جس دین کے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی گئی ہو کہ اگر آسمان و زمین میں ایک سے زائد معبود ہوتے تو دنیا کا نظام بگڑ جاتا اور جس دین کی عبادت میں ایک ہی با اختیار امام ہوتا ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور جس قوم کے ملکی معاملات کا ایک ہی سربراہ ہوتا ہو یہاں تک کہ اگر ایک کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص سربراہی کا دعویٰ کرے تو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہو تو ایسے دین کے ماننے والوں میں شرکت اقتدار کی گنجائش کہاں نکل سکتی ہے؟ اگر اس کی کچھ بھی گنجائش ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ، جن سے بڑھ کر کوئی اسلامی احکام پر عمل کرنے والا نہیں، سقیفہ بنی ساعدہ میں بعض صحابہ کی اس تجویز کو ضرور مان لیتے کہ ایک امیر مہاجرین میں سے ہو اور ایک انصار میں سے ہو۔

مختصر یہ کہ شرکت اقتدار کی گنجائش اسلام میں نہیں نکلتی۔ ہاں تقسیم کار البتہ ضروری ہے

اور یہ فطری بھی ہے کیونکہ تقسیم کار کے بغیر کوئی نظام نہیں چل سکتا اور یہ تقسیم کار بھی اس طرح کہ اوپر سے نیچے کی طرف ہو نہ کہ نیچے سے اوپر کی طرف ہو۔ اس تقسیم کار کو شرکت اقتدار کا نام دے کر اگر عوام کو فریب میں مبتلا کیا جائے تو اور بات ہے۔

(۴) جمہوریت کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ عوام کی حکومت و حاکمیت ہے لیکن یہ ایک فریب ہے کیونکہ عوام کی حکومت و حاکمیت کس پر قائم ہوتی ہے؟ اگر عوام پر قائم ہوتی ہے تو اس کے معنٰی یہ ہیں کہ عوام ہی حاکم ہوتے ہیں اور عوام نہیں محکوم ہوتے ہیں گویا حاکم بھی خود اور محکوم بھی خود قاتل بھی مقتول بھی وہی، ظالم بھی عوام ہی اور مظلوم بھی عوام ہی ہوں نہ تو عقلاً یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور نہ عملاً اس کا وجود ممکن ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں عوام کی یا اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کا تصور نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک حکومت و حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ان الحکم الا اللہ جب حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے تو پھر اسلام میں عوام کی یا کسی اور کی حاکمیت کی گنجائش کس طرح نکالی جاسکتی ہے؟

(۵) جمہوریت کا دعویٰ ہے کہ اس میں ہر شخص آزاد اور مساوی سمجھا جاتا ہے لیکن جب ہر شخص کو آزاد اور مساوی سمجھا جاتا ہے تو ہر شخص کو آزادی ہونا چاہیئے کہ جو چاہے رائے دے اور ہر شخص کی رائے پر عمل کیا جائے حالانکہ جب جمہوری حکومت میں کثرت رائے پر فیصلہ ہو جاتا ہے اور اس کے مطابق قانون بن جاتا ہے تو اس پر عمل ان لوگوں کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے جو تعداد میں قلیل ہوتے ہیں اس طرح بعض کی آزادی بعض کی رائے کے سامنے سلب ہو جاتی ہے چنانچہ اگر پارلیمنٹ کے فیصلے کو کوئی شخص نہ مانے تو اس کو ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کیسی آزادی ہے کہ لاکھوں آدمیوں کو پارلیمنٹ کی رائے کا پابند بنا دیا جاتا ہے۔؟ اس لئے آزادی کا مبینہ فائدہ جمہوریت سے حاصل نہیں ہوتا اور اس کا آزادی کا دعویٰ غلط ہے۔

اس کے برعکس اسلام میں آزادی کا تصور یہ نہیں ہے کہ ہر شخص جو چاہے کہتا اور کرتا رہے بلکہ اسلام تو بہت سی اطاعتوں کا مجموعہ ہے جن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعتیں تو سرفہرست ہیں ایک مسلم کو اس آزادی سے کیا تعلق جو جمہوریت دلانا چاہتی ہے۔ مسلم تو کہتے ہی اس کو ہیں جو اطاعت کے لئے گردن جھکانے والا ہو وہ بیچارہ تو اس قسم کی آزادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غالباً علامہ اقبالؒ اس لئے اپنے کو مسلمان کہنے سے لرزاں تھے۔

چو می گویم مسلمانم بلرزم　　　که دانم مشکلات لا الٰہ

اسلام میں آزادی کا تصور ہی بالکل مختلف ہے اس میں آزادی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی کا نام ہے اور جمہوریت جس چیز کو آزادی کہتی ہے وہ اسلام کی نگاہ میں

غلامی ہے اور غلامی بھی ایک دو کی نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں کی غلامی ہے ۔ حضرت زید بن حارثہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو ترجیح دے کر حقیقی آزادی اور غلامی کا فرق ظاہر کر دیا تھا ۔

(۲) جمہوریت میں اکثریت کی رائے واجب التسلیم ہے یعنی جس رائے کی حمایت میں زیادہ ہاتھ اٹھ جائیں بس وہ واجب التعمیل ہے سربراہ مملکت بھی اس کے خلاف نہیں کر سکتا ۔ اور یہ اس لئے کہ فرد واحد کی رائے میں غلطی کا احتمال ہے اور صرف اسی احتمال کی بنا پر اکثریت کی رائے کا پابند کر دیا گیا حالانکہ احتمال اس کا بھی ہے کہ فرد واحد کی رائے صحیح ہو اور اکثریت کی رائے غلط ہو اس موقعہ پر جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات عرض کردوں کہ ایک مقالہ بعنوان " آئین اور صوابدید " جنگ میں کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا اس میں فاضل مقالہ نگار نے جو علمی شہرت کے حامل ہیں گو مسلمہ نہ سہی سلف سے بیزاری کا اظہار کرتے اور ان کی علمی و فقہی خدمات پر " فقہ ملوکیت " کی بلا جواز پھبتی کستے ہوئے (غالباً فقہ جمہوریت کی تدوین میں آج کل مشغول ہوں گے) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جیش اسامہ اور مانعین زکوٰۃ کے سلسلے میں مشورے کئے تھے اور سبھوں کے مشورے سے انہوں نے فیصلے کو عملی جامہ پہنایا تھا لیکن مقالہ نگار موصوف اس سے نہ یہ ثابت کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں کہ فرد واحد کی رائے غلط ہوتی ہے اکثریت کی رائے لازماً صحیح ہوتی ہے کیونکہ ابتداءً تمام حضرات کی رائے مانعین زکوٰۃ سے قتال اور جیش اسامہ رضؓ کی روانگی کے خلاف تھی، گو مشورہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی دلیل کے بعد سبھوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا ہو ۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ باقی ہے کہ ایک طرف صرف حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی رائے تھی اور دوسری طرف اکثر صحابہ رضؓ کی رائے تھی اور کون اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اکثریت کی رائے پر عمل کرتے تو امت اسلامیہ کس قعر مذلت میں گر جاتی ۔ بہرحال یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر ذکر آ گیا ۔

مقصود یہ ہے کہ جس طرح جمہوریت میں اکثریت کی رائے واجب التعمیل ہے اسلام میں اس طرح واجب التعمیل نہیں ۔ اسلام میں کثرت وقلت رائے کا اعتبار نہیں ہے بلکہ صحت واصابت رائے کا اعتبار ہے ۔ اگر اکثریت کی رائے کے واجب التعمیل ہونے کی کوئی دینی اہمیت ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس کے خلاف نہ کرتے اُن سے بڑھ کر دینی احکام پر عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے ؟ بات صرف یہ ہے کہ مشورہ لینے کا حکم تو ضرور ہے لیکن مشورہ لینے والا یعنی سربراہ مشورہ کے بعد عمل اپنے صوابدید ہی کے مطابق کرے گا وہ اکثریت کی رائے پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہے ۔ ممکن ہے مشورہ کا حکم دینے میں دیگر مصالح کے علاوہ ایک مصلحت یہ بھی ہو کہ مشورہ کی وجہ سے پیش آمدہ امر کے نشیب و فراز سربراہ کے سامنے آ جائیں اور جس مشورہ سے اُس کا

دل مطمئن ہو جائے اسی کے مطابق عمل کر سکے۔ جمع قرآن کے متعلق بھی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو مشورہ دیا گیا تھا لیکن جب تک خود ان کو شرح صدر حاصل نہیں ہوا اس وقت تک اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ یہ شرح صدر وہی صوابدید ہے یا عزم ہے کہ جب یہ حاصل ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے عمل پیرا ہو جانا چاہیئے۔

(۷) یہ مفروضہ کہ طاقت کا ارتکاب خرابیاں پیدا کرتا ہے اسلامی تاریخ کا مطالعہ اس کو غلط ثابت کرتا ہے۔ اسلام کے نظام عدل واحتساب کی موجودگی میں کسی سربراہ کے لئے ممکن نہیں ہے کہ سیاہ و سفید کا مالک ہوتے ہوئے بھی طاقت کا غلط استعمال کر سکے۔ اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ یا معمولی آدمی نے بھی بھری مجلس میں ٹوک پر سربراہ کا احتساب کیا ہے یا اس کو عدالت میں حاضر ہو کر جواب دہی کرنی پڑی ہے اور حقدار کو اس کا حق دلایا گیا ہے۔ (یہ مقالہ ان واقعات کے ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

(۸) ممبری کے لئے امیدوار بن کر سامنے آنا اور کامیابی کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنا جھوٹے وعدے کرنا، سہلنے خواب دکھانا، مخالفین کی کردار کشی کرنا، خزانوں کے منہ کھول دینا، اچھے اخلاق سے عاری ہونا، امیدواروں کے کردار کو پیش نظر نہ رکھنا۔ یہ امور جمہوریت میں تو جائز اور مستحسن ہو سکتے ہیں، لیکن کیا اسلام میں ان کی گنجائش ہے؟

یہ جمہوریت کی چند نمایاں خصوصیات تھیں ان خصوصیات کے ہوتے ہوئے جمہوریت کو عین اسلام سے قریب باور کرانا خود فریبی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے اس کے برعکس مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر امور میں جمہوریت اور اسلام میں بنیادی اختلافات ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جمہوریت بے دین معاشرہ میں تو چل سکتی ہے لیکن اسلامی معاشرہ کے لئے یہ ناقابل ہضم ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بے دین معاشرہ والے جمہوریت کو کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے انسانیت کو جلا رہے ہیں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت اور انتخابات کے ذریعے پاکستان وجود میں آیا تھا اور اسی ذریعے سے قائم رہ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ ملک جن ذرائع سے حاصل کیا جائے ان ہی ذرائع سے باقی بھی رہے۔ آخر پاکستان انتخابات ہی کے ذریعے دو لخت ہوا تھا۔

اب آخر میں علامہ اقبالؒ کے ان مداحوں کی خدمت میں جو جمہوریت کا دم بھرتے ہیں علامہ مرحوم کا ہی ایک شعر ادب کے ساتھ پیش کئے دیتے ہیں ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

ضروری اعلان

ماہنامہ البلاغ کے اکثر قارئین کی سالانہ خریداری ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ پر ختم ہو رہی ہے۔ اُن قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ وہ محرم تا ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ کے لئے سالانہ چندہ ۱۰ محرم تک مبلغ ستر روپے روانہ فرمائیں۔ جو حضرات ہم کو زرِ سالانہ بحساب ۵۰ روپیہ روانہ کر چکے ہیں ان سے گذارش ہے کہ بقایا ۲۰ روپے ادارہ کو روانہ فرمائیں۔ بصورت دیگر اُن کی خریداری کی مدت رمضان ۱۴۱۰ھ میں ختم تصور کی جائے گی۔ ایسے حضرات جو البلاغ کی خریداری آئندہ کے لئے ختم کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے خریداری نمبر کے ساتھ جلد از جلد دفتر کو مطلع کریں۔ اطلاع نہ ملنے، زرسالانہ نہ موصول ہونے کی صورت میں ۱۱ محرم کو وی پی روانہ کی جائے گی۔ جس کو وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

غیر ملکی ممبران سے بھی گذارش ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہوئے پہلے صفحہ پر شائع سالانہ بدل اشتراک کے مطابق ۱۴۱۰ھ کے لئے زرسالانہ جلد از جلد روانہ فرمائیں گے۔ اور ایسے اصحاب جو پہلے ہی زرسالانہ ادا کر چکے ہیں۔ بقایا رقم ادارہ کو جلد ادا کر دیں۔ شکریہ

ادارہ

دارالعلوم کراچی پوسٹ کوڈ نمبر ۷۵۱۸۰

نقد و تبصرہ

نوٹ: تبصرے کیلئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں۔ (ادارہ)

اسلام اور تربیت اولاد (مکمل دو جلد)

مصنف: ——— شیخ عبداللہ ناصح علوان رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: ——— حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہم العالی۔

صفحات: ——— ۱۰۲۸ ——— قیمت فی سیٹ: -/۲۵۰ روپے

ناشر: ۔ دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

دنیا میں جنم لینے والا ہر انسانی بچہ اعلیٰ ترین صلاحیتیں رکھنے کے باوجود سادہ تختی اور بے زنگ خاکے کے مانند رہتا ہے۔ اس کا ذہن ہر قسم کے فکر و خیال سے خالی اور اس کی تمام دماغی اور جسمانی قوتیں خام مال کی مانند منتظر فنکار ہوتی ہیں، بلکہ کتاب سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچہ سلیم الفطرت اور بھلائیوں کی طرف رجحان لے پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں ماں باپ، گھریلو حالات اور آئندہ کا ماحول اسے ایک مخصوص سانچے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سانچہ اگر صحیح ہو تو بچہ اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنی قوم اور اپنے مذہب کے لئے باعث فخر بنتا ہے ورنہ یہی معصوم اور بھولا بھالا بچہ بعد میں خاندان اور معاشرے کے لئے درد سر اور ملک قوم کے لئے ننگ و عار بن جاتا ہے۔

اسلام میں بچوں کی تربیت پر غیر معمولی زور دیا گیا ہے کیونکہ آج کا بچہ کل کا معمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کو خیر اور بھلائیاں سکھاؤ۔ اور انہیں زندگی گذارنے کے اچھے آداب سے آراستہ کرو"۔

زیر تبصرہ کتاب اسلام میں تربیت اولاد کے موضوع پر نہایت مفصل اور جامع کتاب ہے مصنف نے اس میں ایک مسلمان بچے کو جن جن چیزوں کے سکھانے کی ضرورت ہے ۔ سب کی نشاندہی کی ہے ان کی اہمیت بتائی ہے اور پھر قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے تفصیلی احکام بیان کئے ہیں چنانچہ اس میں جہاں ختنہ ، عقیقہ ، تحنیک اور اچھے نام رکھنے کی تفصیلات ہیں ، ابتدائی عمر میں اسلام سے مانوس کرنے اور بچے کو اچھا ماحول فراہم کرنے کی اہمیت کا بیان ہے ۔ تندرست رہنے اور جسمانی ورزش کی قدر و قیمت کا تذکرہ ہے ۔ وہیں بچے کو بری صحبتوں سے بچانے کی ضرورت بتائی گئی تفصیل سے بتایا گیا کہ بچے کے بگڑنے کے اسباب کیا ہوتے ہیں اس میں کھلنڈرا پن ، سستی ، بے جا شرمیلا پن ، بزدلی احساس کمتری ، غلط بیانی ، چوری ، مشت زنی ، لواطت ، جنسی بے راہ روی اور جرائم کی طرف رجحان کیوں پیدا ہوتا ہے ، اسلام اس سلسلے میں بچے کی کس قسم کی اٹھان پسند کرتا ہے اور ان برائیوں کا ازالہ کس طرح کرتا ہے ۔ قاری جب ان عنوانات کو پڑھتا ہے تو اسے یہ سارے مباحث جدید نفسیات کے شعبے معلوم ہوتے ہیں مگر جب مصنّف ان پر گفتگو کرتا ہے اور قرآن و حدیث سے استدلال کر کے ان کو پھیلاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب موضوعات تو اسلامی کتب میں بکھرے پڑے ہیں جنہیں جدید ماہرین نفسیات نے اُچک لیا ہے ۔

کتاب میں عیش و عشرت میں پڑنے ، نت نئے فیشنوں کے دلدادہ بننے ، موسیقی اور فلموں کے رسیا ہونے اور نشہ اور سگریٹ کے عادی ہونے سے بچے کو بچانے کی اہمیت تفصیل سے بیان کی گئی ہے ۔ ہر ہر موضوع پر بڑے مدلل اور علمی انداز میں بحث کی گئی ہے ان مباحث کو پڑھ کر یہود و نصاریٰ کی آندھی تقلید کی مضرت ، نشہ کی حرمت اور ٹی وی ، فلموں اور گانے بجانے کے حرام ہونے پر شرح صدر ہو جاتا ہے ۔

مصنف نے نوجوانوں کی جنسی تربیت اور عورتوں کے پردہ پر بڑی عمدہ اور تفصیلی بحث کی ہے ، یہ ثابت کرنے کے بعد کہ عورتوں کا بلا ضرورت نہ نکلنا اور چہرے کا چھپانا اسلامی تعلیمات کا عین تقاضا ہے انہوں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ بے پردگی اور عریانیت ، ایک بچے ، ایک نوجوان اور ایک عورت کے لئے کس قدر مضر اور نقصان دہ ہے اور یہ کہ اہل مغرب اسے اختیار کر کے تباہی کے کس بنجر ہار میں پھنس چکے ہیں ۔ اس سلسلہ میں بیسیوں واقعات اور شواہد نقل کر کے بتاتے ہیں کہ اب عالم اسلام میں بھی اس یہودی صفت کا پھیلاؤ کیا اثرات ڈال رہا ہے اس کے بعد مصنف نے مسلم معاشرے میں عورتوں کے صحیح صحیح مقام کی وضاحت سے نشاندہی کی ہے اور ان کے ملازمت کرنے اور آزادانہ بے پردہ باہر نکلنے پر سیر حاصل بحث کی ہے ۔

بچوں اور نوجوانوں میں تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے لئے انہیں بزرگوں کی محفلوں میں لے جانے

اور اعلیٰ کارنامے انجام دینے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے بزرگوں اور اچھے لوگوں کی حکایتیں سنانے کی اہمیت تفصیل سے ذکر کی ہے ۔ یہ بحث اس اعتبار سے بھی بہت اہم ہے کہ اس میں اسلام میں تصوف کی اہمیت اور صوفیاء کرام، جس میں ماضی قریب کے صوفیاء بھی شامل ہیں کے کارناموں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے جسے پڑھ کر وہ لوگ بھی جو تصوف کا نام سنتے ہی منہ بنانا شروع کر دیتے ہیں اپنے دل میں تصوف کی عظمت محسوس کئے بغیر نہیں رہیں گے ۔

بچے میں اعلیٰ صفات پیدا کرنے والی ہر چیز کی تفصیلات کتاب میں ذکر کی گئی ہیں، تفریحات کی اہمیت، تفریحات کی شرعی حدود، نماز اور عبادت سے محبت، گناہوں سے نفرت، رسوم و رواج اور توہمات سے دوری، اساتذہ اور مدارس کے آداب، علم کی ترغیب اور اہمیت، اچھے دوستوں کی غرض، پڑوسیوں کے حقوق، کھانے پینے، بولنے چالنے، نشست و برخاست، تعزیت و تہنیت کے آداب و احکامات سب تفصیل سے بتائے گئے ہیں ۔

پھر یہ کہ کس قسم کی عورت سے شادی کی جائے، کونسی عورت اولاد کی تربیت میں ممد ہو سکتی ہے اولاد کی اصلاح کیسے کی جائے، انہیں نیکی کی ترغیب کس طرح دی جائے۔ برا کام کرنے پر انہیں کیا سزا دی جائے۔ سزا کا کیا انداز اور کیا حدود ہوں اور کس طرح کسی بگڑے سے بگڑے ہوئے بچے کو بھی ٹھیک کیا جائے؟ یہ مباحث کتاب کے بڑے منفرد مباحث ہیں ۔ بلاشبہ والدین اور مربی حضرات کے لئے اس میں گرانقدر معلومات ہیں پھر اس سلسلہ میں احادیث اور آثار سے جو مدد لی گئی وہ بڑی دلچسپ ہے ۔

کتاب کے مصنف شیخ عبداللہ ناصح علوان رحمۃ اللہ علیہ شام کے ایک جید عالم دین اور صاحب دل، متقی اور پرہیزگار انسان تھے ۔ کتاب پڑھنے سے مصنف کے افکار، مغرب کی بے خدا تہذیب سے ان کی نفرت اور امت مسلمہ کے لئے ان کے سینے میں درد و غم کا لامتناہی جذبہ کھل کر سامنے آجاتا ہے ۔ مصنفؒ نے مسلمانوں کے موجودہ زوال، ان کے عیش و عشرت میں گم ہونے ان کی کثیر تعداد کے غیر مسلم ممالک میں محکوم و مجبور ہونے پر سخت رنجیدہ ہیں مگر ساتھ ہی وہ ایک مومن کی طرح خداوند قدوس سے پوری طرح پر امید نظر آتے ہیں ان کے خیال میں اگر مسلمان اپنی اولادوں کی تربیت صحیح انداز سے کریں تو بہت جلد یہ اندھیرا چھٹ جائے وہ عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہیں وہ قبلہ اول پر یہودی تسلط پر نوحہ کرتے ہیں وہ روس، چین، یوگوسلاویہ اور دیگر ممالک میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کی داستانیں سناتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اولادوں کے ذہنوں میں مسلمانوں کی عظیم الشان تاریخ کے نقوش بٹھا دیں، ان میں اسلام پر اعتماد پیدا کریں ۔ انہیں غیروں کی

سازشوں اور جفا کاریوں سے آگاہ کریں انہیں جہاد کرنا اور اللہ کے راستے میں فدا ہونا سکھائیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ یہ فلمیں یہ ٹی وی، یہ اخبارات اور جرائد، بلکہ یہ موجودہ تعلیم گاہیں، سب کے سب اسلام دشمنی مذہب سے بے زاری اور الحاد و زندقہ پیدا کرنے کا ذریعہ اور سبب بن رہے ہیں۔ وہ موجودہ بے پردگی، بے حیائی فحاشی و عریانیت کو سخت تباہ کن کہتے ہیں وہ ان کے مضر اثرات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں قاری جب کتاب پڑھتا ہے تو مصنف کے ساتھ ساتھ خود اپنے دل میں بھی درد و غم کی لہریں اور رنج و الم کا سیلاب امڈتا محسوس کرتا ہے۔

شاید اس کی وجہ اس کے مترجم کا خلوص بھی ہے، مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہم العالی کی شخصیت علمی حلقوں میں کوئی نئی نہیں۔ آپ کا علم حدیث سے شغف اور حدیث وسنت کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ آپ جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں استاد حدیث اور نائب مہتمم ہیں اور دینی اور دنیاوی اعلیٰ ترین ڈگریاں رکھنے کے علاوہ ایک مشہور شیخ طریقت کے مجاز اور صاحب نسبت بزرگ بھی ہیں۔

ترجمہ بہت عمدہ اور رواں ہے، اردو سلیس اور سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی جاذب اور پرکشش ہے مگر پھر بھی ہم ادب سے یہ کہیں گے کہ ترجمہ میں کہیں کہیں عربی اسلوب کو اردو میں ہو بہو منتقل کر دیا گیا ہے جس سے عام اردو داں طبقہ نا آشنا ہے۔ نیز اگر کہیں کہیں حسب ضرورت ہند و پاک کے مخصوص حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے حاشیہ میں اضافہ کر دیا جاتا تو کتاب کا نفع دو چند ہو جاتا۔

کتاب بڑے سائز پر دو جلدوں میں چھپی ہے، اچھی کتابت، خوبصورت جلد اور آفسٹ پیپر نے کتاب کے حسن کو چار چاند لگا دئے ہیں ہمارے خیال میں ہر مسلمان کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری اور مفید ہے کہ اگر ہم خود کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے بچوں کی، جو خدا کی طرف سے سونپی ہوئی امانت ہیں، اچھی تربیت کر کے انہیں صحیح مسلمان بنا کر اس کی تلافی کر سکتے ہیں۔ اور اپنے پیچھے عظیم الشان صدقہ جاریہ چھوڑ سکتے ہیں، بلکہ اگر مصنف کے مشوروں کی پوری پابندی کی جائے تو شاید کہ اس بدترین بحران اور زوال سے نکل جائیں جو آج امت مسلمہ کی تقدیر بنا نظر آتا ہے۔ (م۔ع۔م)

نام کتاب: **ولایت کی حقیقت**۔ مؤلف کا نام درج نہیں ہے
سائز: ۲۳ × ۱۸ کل صفحات ۳۲۔ قیمت ۴/- روپے۔
ناشر: ادارۂ اشاعت اسلام۔ جامعہ آباد۔ گلہڑہ گلی۔ مری، پاکستان۔

ولی، اللہ تعالیٰ کے دوست کو کہا جاتا ہے۔ اگر اس کے اقوال و افعال، کتاب و سنت اور اجماع امت کے مطابق ہیں وہ در حقیقت ولی ہے۔ ولی کے لئے تقویٰ شرط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ولایت کو تقویٰ پر حصر کیا ہے۔ جو متقی نہیں وہ شیخ بھی نہیں بن سکتا۔

اس کتاب میں شیخ اور ولی کی حقیقت کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح ہے۔ علماء کرام اور ماہرین شریعت کے اقوال سے ولایت کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر شخص صحیح اور غلط شیخ میں امتیاز کر سکتا ہے اور دھوکہ باز پیر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ کتابت و طباعت اور کاغذ سب بہترین ہیں۔ (ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب: تذکرۂ صوفیائے میوات

تالیف: مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب میواتی۔ سائز

سائز: ۱۸ × ۲۳/۸ کل صفحات ۶۷۰۔ قیمت ۷۵/۰ روپے

ناشر: مکتبہ مدینہ۔ اردو بازار۔ لاہور۔

میئو، قدیم آرین اقوام میں سے ایک قوم ہے جس نے ہر دور میں اپنی عظمت و بزرگی کو قائم رکھا۔ عرب مؤرخین کے بیانات کے مطابق میئو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد ہیں۔ تمام راجپوتانہ میئو قوم کا مسکن رہا ہے اسی لئے یہ علاقہ "میوات" کہلاتا ہے۔ میئو قوم تیرہ پال (بڑے قبائل) اور باون گوت (چھوٹے قبائل) پر مشتمل ہے۔ میئو قوم حضرت سپہ سالار مسعود غازیؒ کے دست حق پرست پر ایمان لائی۔ میواتی، راجستھان کی شمالی مغربی بولی ہے جو برج بھاشا اور بانگرو زبان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

میئو قوم کی پوری تاریخ غلامی کے داغ دھبّوں سے پاک و صاف ہے اس قوم کو کبھی بھی کسی کی غلامی گوارہ نہ ہوسکی، نیز اس قوم نے ہمیشہ اپنی انفرادیت کو قائم و برقرار رکھا اور قومی "انا" کو مجروح ہونے سے بچایا۔ شرافت و نجابت کا سماجی حیثیت سے یہ عجیب و غریب نمونہ، میئو قوم نے قائم کیا کہ کسی غیر قوم کو نہ ڈولا (رشتہ) دیا اور نہ کسی دوسری قوم سے ڈولا (لڑکی کا رشتہ) لیا۔

گذشتہ پچاس برسوں میں میئو قوم کی مختلف تاریخیں کئی مصنفوں کی کاوشوں سے وجود میں آئیں لیکن پھر بھی اس قوم میں کوئی قومی شعور بیدار نہ ہوسکا اور کسی صالح اور تعمیری انقلاب سے شناسا نہ ہوسکی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تاریخوں میں نسلی، قبائلی، گروہی حالات کا تذکرہ تو بہت زور و شور سے کیا گیا ہے لیکن تاریخ کا وہ عنصر جو قوموں میں اجتماعی شعور کو بیدار کرتا ہے اس سے یہ تاریخی کتب خالی ہیں۔

وہ قوم جس نے مشائخ چشت کے پیغام کو عرصۂ دراز تک سینے سے لگا کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا اور ملک کی عزت و وقار کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ جس کی قربانی اور جس کا ایثار ضرب المثل ہے۔ اس قوم کو بیدار کرنے کا واحد راستہ صرف مذہبی راستہ ہے۔ قدیم مذہبی، روحانی، تاریخی واقعات اور علماء کرام کے حالات سے آگاہ کر کے ان کے ضمیر کو جھنجوڑا اور جگایا جا سکتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو قوم کی بیداری میں معاون ثابت ہو سکتا ہے اور اسی بنیاد پر قوم کو یکجا اور بیدار کیا جا سکتا ہے۔

مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب میواتی مدظلہ العالی نے اسی بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد دلانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ میوات کے علماء، میوات کے مشائخ، میوات کے صوفیاء، میوات کے مدارس عربیہ، میوات کی آبادی، حالات اور میو قوم کی خصوصی عادتوں کا بھرپور تذکرہ کیا ہے۔ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔

علماء، صوفیاء، مشائخ اور مشاہیر کے حالات، ملفوظات اور ان کی آراء اور انکے خیالات کو بڑے پُر اثر اور جاذب انداز میں جمع کیا ہے جس کے پڑھنے سے قومی اُمنگ، نیکی کا جذبہ، دین اسلام سے محبت اور بزرگان دین کی عظمت کا نقش ثبت ہو جاتا ہے اور دینی کام کرنے اور دین اسلام سے شیفتگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دین کے لئے قربانی دینے کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ قومی شعور بیدار ہوتا ہے۔

میئو قوم اور میوات پر لکھی جانیوالی کتابوں میں یہ کتاب سب سے بہتر اور بلند مقام کی حامل ہے۔ اس کا طرز تحریر سادہ لیکن دلنشیں اور پُر اثر ہے۔

حضرت سید نفیس الحسینی صاحب مدظلہ العالی خلیفۂ ارشد قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسو دراز المعروف بہ خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سفر میوات کا دلچسپ تذکرہ فرمایا ہے جو خاص دلچسپی کی بات ہے۔

اس کتاب میں علماء، مدارس، صوفیاء، مشائخ اور بزرگانِ دین کا جہاں تذکرہ ہے۔ وہیں مختلف لوگوں کا تذکرہ بھی ہے جو صوفی نہیں تھے البتہ مسلمان تھے اور ان میں استدراجی قوت تھی اور وہ بہت سے شعبدے بھی دکھایا کرتے تھے لیکن کرامت سے عاری تھے۔ اس لئے اس کا نام صوفیائے میوات کی جگہ مشاہیر میوات یا کچھ اور ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔

امید ہے یہ کتاب اسلام سے شیفتگی، ذہنی بیداری اور دینی تڑپ میں اضافہ کا سبب ہوگی۔ کاغذ سفید، کتابت و طباعت اور کاغذ عمدہ، بہترین ڈائی دار جلد اور خوبصورت انداز میں ہر شخص کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ (ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب: **تعلیمی چہل حدیث** ۔ مؤلف: مولانا وحید الدین قاسمی مدظلہٗ

سائز: ۲۳ × ۱۸ کل صفحات ۶۸ ۔ قیمت۔

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ بیرون بوہڑ گیٹ۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۰ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری امت میں چالیس ایسی حدیثوں

کو ازبر کرلیا جو امور دینیہ سے تعلق رکھتی ہوں تو قیامت کے دن اس کو فقیہوں کا درجہ حاصل ہوگا. اور میں اس کی شفاعت کرنیوالا ہوں گا.

فقیہہ عالم دین کو کہتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد علماء دین ہی کا درجہ ہے۔ مولانا محمد وحید الدین قاسمی صاحب مدظلہ نے تعلیمی چہل حدیث مرتب فرمائی ہے جس میں دین سیکھنے، علم حاصل کرنے اور امور دینیہ سے واقفیت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے. علم ہی وہ روشنی ہے جس سے جہالت کافور ہوتی ہے اور شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں.

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیمی چہل حدیث کو خود بھی زبانی یاد کرلیں اور اپنے بچوں کو بھی زبانی یاد کرادیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت میں داخل ہوجائیں اور علم کی لگن اور علم کے حاصل کرنے کا شوق وجذبہ بیدار ہو.

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے اور مسلمانوں کو علم کی روشنی سے منور فرمائے. ہر مسلمان کے لئے یہ انمول تحفہ ہے.

کتابت وطباعت اور کاغذ عمدہ ہے.

نوٹ:۔ اسی چہل حدیث کو عامر اکیڈمی. ذیلدار روڈ. اچھرہ۔ لاہور نے گلزار مصطفیٰ کے چالیس پھول کے نام سے چھاپا ہے. اس کا معیار کتابت وطباعت بالکل ایک جیسا ہے. قارئین عامر اکیڈمی سے بھی طلب کرسکتے ہیں. (ا-ا-خ-س)

نام کتاب: ماھنامہ "النصیحۃ" چارسدہ (تبلیغ نمبر)
مدیر اعلیٰ: مولانا سید محمد گوہر شاہ۔ سائز ۲۰×۳۰/۸ کل صفحات ۸۸. قیمت: ۸/- روپے
ناشر: مولانا سید محمد گوہر شاہ حقانی نقشبندی مہتمم مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ. چارسدہ ضلع پشاور صوبۂ سرحد۔ پاکستان.

امر بالمعروف، نہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی کا انحصار ہے. آج غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو صحیح اور سچا مسلمان بنانا ہے.

تبلیغ کا کام جتنا اہم اور ضروری ہے اسی قدر لوگ غفلت کے سبب اس سے بے پرواہ ہیں. آج کے دور میں تبلیغی جماعت کا نظام اسلام کی تبلیغ واشاعت میں جس قدر معاون اور مفید ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، عالم، اَن پڑھ، امیر، غریب، تاجر، صناع، مشرقی، مغربی، شہری دیہاتی، نیک اور بد سب اس نظام سے منسلک ہے دنیا میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں.

ماہنامہ "النصیحۃ" صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے. یہ رسالہ دین حق کا ترجمان، تبلیغ واشاعت کا علمبردار اور اسلام کی سچی تعلیمات کا حامل ہے. زیر تبصرہ رسالہ پچھلے سال رائے ونڈ

کے سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقع پر شائع ہوا تھا اسی مناسبت سے اس کے مضامین کی ترتیب بھی قائم کی گئی ہے۔

اس شمارہ میں مختلف دعوت و تبلیغ کا کام کرنیوالے اکابر کی تقاریر، دعوت و تبلیغ کی اہمیت تبلیغی جماعت کے مناقب و فضائل، مسلمانوں کی ذمہ داریاں، حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حضرت جی مولینا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر اور ان کی دعا، بھی شامل ہے۔ یہ دعا پُر تاثیر ہے۔

اس رسالہ کی ترتیب اور مضامین کے انتخاب سے مدیر اعلیٰ اور مدیر کی اعلیٰ قابلیت، پختہ دینداری اور بہترین اسلامی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس رسالہ کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اس کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنانے میں پوری کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اہل مدرسہ، رسالہ کے معاونین و کارکنان کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے نوازے آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

(ا۔ا۔خ۔س)

اعتذار

رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ کے شمارہ میں درجۂ تخصص کے سالانہ نتائج میں ایک سہو ہو گیا تھا اس کی تصحیح کر لیجائے۔

"مولوی محمد طارق کراچوی، اپنی جماعت میں اوّل آئے"

(راحت ہاشمی)